هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۹ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ
۲۱ مئی ۱۹۶۵ء
۱۱/۱
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

مرسلہ:- ایم عبدالرحمٰن (لدھیانوی) شیخوپورہ

چہل احادیث (۴۰)

گذشتہ سے پیوستہ

(۲۳) اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ اَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ (مسلم)

میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے قبر مبارک سے باہر آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ سے سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(۲۴) اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ (ابن ماجہ)

میں نبیوں میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سب سے آخری امت ہو

(۲۵) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (مسلم)

جو مجھ پر ایک دفعہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ خاص رحمت نازل فرماتا ہے۔

(۲۶) اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ (رزین)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کسی کی بھی تم پیروی کروگے راہِ ہدایت پاؤ گے۔

(۲۷) مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ (مسلم)

جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً خدا کی نافرمانی کی۔

(۲۸) مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

جو میری سنّت سے روگردانی کرے وہ میرا نہیں ہے۔ (مسلم)

(۲۹) مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ

جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میرے طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہے گا۔ اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

(۳۰) اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُہَا وَ اِنْ قَلَّ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کام وہ ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے اگرچہ تھوڑا ہو۔

(۳۱) اَلْمُہَاجِرُ مَنْ ہَجَرَ مَا نَہَی اللّٰہُ (متفق علیہ)

مہاجر وہ ہے جو اللہ کی نافرمانیوں کو چھوڑ دے۔

(۳۲) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ (مسلم)

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

(۳۳) مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی (مالك)

بندہ کا کوئی عمل اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب الٰہی سے نجات دلانے والا نہیں ہے۔

(۳۴) اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ (ترمذی)

جس کو تھوڑا سا قرآن بھی یاد نہیں وہ ویران اور اُجڑے ہوئے گھر کی مانند ہے۔

(۳۵) خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (بخاری)

تم سب میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل وہ ہے جو قرآن خود پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔

(۳۶) اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَہَا فَہُوَ اَحَقُّ بِہَا (ترمذی)

دانائی اور علم کی بات مومن کی ایک گمشدہ چیز ہے پس مومن کو جہاں بھی یہ چیز ملے تو سب سے زیادہ وہی اس کے لینے کا مستحق ہے۔

(۳۷) مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَہُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ (ترمذی)

جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلا جب تک وہ واپس لوٹ کر نہ آئے گا وہ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ثواب پائے گا۔

(۳۸) طَلَبُ الْعِلْمِ کَانَ کَفَّارَۃً لِّمَا مَضٰی (ترمذی)

علم کا طلب کرنا گزشتہ گناہوں کا کفّارہ ہے

(۳۹) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ (متفق علیہ)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

(۴۰) اَلْکَبَائِرُ اِشْتِرَاكُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ (بخاری)

کبیرہ گناہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ غَازِیَۃٍ اَوْ سَرِیَّۃٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَ تَسْلَمُ اِلَّا کَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَیْ اُجُوْرِہِمْ، وَ مَا مِنْ غَازِیَۃٍ اَوْ سَرِیَّۃٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ لَہُمْ اُجُوْرُہُمْ

(رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی فوج اور لشکر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد نہیں کرے گا۔ مال غنیمت حاصل کرے اور سالم رہ جائے، مگر یہ کہ انھوں نے اپنے اجر کے دو ثلث کو جلدی ہی حاصل کرلیا اور کوئی فوج اور لشکر نہیں ہے جو ناکام رہا اور مصیبت پہنچایا گیا ہو مگر یہ کہ ان کا اجر (اخروی) تام و کامل رہا۔ آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

قَالَ تَعَالٰی یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے ——— اور ان لوگوں کے جن کو دین عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند فرماتا ہے (مجادلہ - پارہ ۲۸)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۱۹ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۱ رمئی ۱۹۶۵ء | شمارہ ۱

علماء اسلام توجہ فرمائیں

خدام الدین ان صفحات پر ملک میں بڑھتی ہوئی بے حیائی، فحاشی، عریانی اور دیگر معاشرتی برائیوں کی طرف کئی بار عوام اور حکومت کو توجہ دلا چکا ہے لیکن حالات جوں کے توں قائم ہیں نہ حکومت ٹس سے مس ہوئی ہے اور نہ عوام ہی نے معاشرتی برائیوں کے سیلاب کو بند باندھنے کی کوئی کامیاب کوشش کی ہے۔ بلکہ ہمارا خیال ہے کہ بے حیائیوں اور معاشرتی برائیوں میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔ کمی ہرگز واقع نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں بھنگ، چرس، شراب، افیون اور دیگر منشیات کا استعمال بھی زوروں پر ہے جس سے قوم کے اعصاب، ایمان اور اجسام وقویٰ فالج زدہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ریڈیو ٹھمریاں، دادرے اور فحش فلمی گانے براڈکاسٹ کرتا ہے جس کے باعث بچوں اور جوانوں کے دلوں میں عشقیہ اور سوقیانہ جذبات چٹکیاں لینے لگتے ہیں اور نومولود بچے جن کے کانوں میں پیدا ہوتے ہی اذان اور اقامت کی آوازیں گونجنا چاہئیں تھیں فلمی گانوں کی دھنیں سماعت کرتی ہیں۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ بچوں کے جذبات وخیالات پر تمام عمر فلمی گانوں اور ان کے موثرات کی حکمرانی رہتی ہے جس کی وجہ سے نوجوانوں میں اخلاقی باختگی اور بے حیائی کی بیماری جڑ پکڑ چکی ہے سنیما بینی، سینما کے فحش اشتہارات اور عریاں تصاویر اس بیماری میں مزید اضافہ کا باعث ہیں۔ اور ثقافتی شو کے نام پر ناچ گانوں کے پروگرام نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ ہر طرف طاؤس ورباب کی مجلسیں گرم ہیں اور جس طرف نظر اٹھا کر دیکھو طاؤس ورباب اول، طاؤس ورباب آخر کا منظر آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ یہ اسلامی ملک ہے اور اس میں یہ تمام خرافات یکسر ختم ہو جانی چاہیئے تھیں۔ یہاں کے باشندوں کے اخلاق واطوار بلند، ان کی نگاہیں پاک اور ان کے عزائم فلک شگاف ہونے چاہئیں تھے۔ منشیات کے استعمال اور بے حیائی کی نشوونما کے لئے یہاں کوئی جگہ نہ ہونی چاہیئے تھی۔ رقص وسرود کی محفلوں اور راگ رنگ کی مجالس کا وجود بھی یہاں نظر نہ آنا چاہیئے تھا۔ تاکہ قومی اخلاق اور ملی جوانمردی کا اعلیٰ اور مجاہدانہ معیار قائم ہوتا اور لوگوں کو جفاکشی اور ریاضت ومجاہدہ کی عادت پڑتی۔ ریڈیو پر ایسے پروگرام پیش کئے جاتے جو قوم میں ایمانی روح پھونکتے، اسلامی اخلاق واطوار کی آبیاری کرتے اور قومی غیرت وجوانمردی اور بہادری کے جواہر کو نشوونما دیتے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کئی برائیاں قانون کے بل بوتے پر پنپ رہی ہیں۔ منشیات اور فواحش کے باقاعدہ لائسنس جاری ہیں۔ اور رقص وسرود کے ثقافتی پروگرام سرکاری سرپرستی میں پھل پھول رہے ہیں۔ اس کے برعکس علماء جو اصلاح حال کے ذمہ دار ہیں ان کی اکثریت تکفیر وتفسیق، مناظرہ بازی اور مذہبی مناقشات کے چکر میں گھرے ہوئے ہیں ان کی زبانیں کفر کی ٹکسالیں بن چکی ہیں اور وہ کفر کے فتوے گھڑنے میں مشغول ہیں۔ حالانکہ ان کا فرض یہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان معاشرتی برائیوں کے مفاسد سے آگاہ کرتے، اصلاح حال کے لئے اپنے علم وعمل کو وقف کر دیتے، لوگوں میں مذہبی بیداری پیدا کرتے، ان کو دلائل وبراہین سے قائل کر کے مذہب آشنا اور اسلام دوست بناتے اور دنیا کو ثابت کر دیتے کہ اب بھی اسلام میں لوگوں کی کایا پلٹ کر دینے کی قوت وطاقت موجود ہے اور یہ لوگوں میں انسانیت کی روح پھونک سکتا ہے۔

پھر آج جبکہ ملک جنگ کے کنارے کھڑا ہے۔ بھارتی استعمار کشمیری مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور کشمیری عوام اپنے محبوب رہنما الحاج شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کرنے کی پاداش میں خاک وخون میں لوٹ رہے ہیں۔ یہ اور بھی ضروری ہے کہ علماء اسلام متحد ومتفق ہو کر اور اپنے اختلافات سے قطع نظر کر کے محض وطن دوستی اور اسلامی آداب واخلاق کے پیش نظر میدان عمل میں آئیں۔ اور لوگوں کے اندر فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دینے کی بجائے ان کے جذبہ جہاد کو گرمائیں۔ ان میں حب الوطنی کی روح پھونکیں اور انہیں مومن قانت بن کر میدان جہاد میں اترنے کی ترغیب دیں۔ اور ظاہر ہے یہ فریضہ علماء سے بہتر کون سرانجام دے سکتا ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ ایک اقلیتی گروہ ملک کا ایسا بھی ہے جو اپنے مخصوص مذہبی نظریات کی بناء پر قوم کے اندر سے جہاد کی روح نکال دینا چاہتا ہے۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مدظلہ کے ارشاد کے مطابق یہ جماعت اس وقت بھی ایسا لٹریچر گھر گھر تقسیم کر رہی ہے جس سے فریضہ جہاد کی نفی ہوتی ہے ان کے پیشوا کا قول ہے سے۔

اے دوستو اب چھوڑ دو جہاد کا خیال
دیں کے لئے حرام ہے جدال اور قتال

ہماری رائے میں حکومت کو اس وقت ایسے لٹریچر پر فوری پابندی عائد کر دینی چاہیئے اور اس جماعت کے لوگوں کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیئے۔ بہرحال یہ فرقہ جو جہاد کا منکر ہے اور نئی نبوت کا پرچارک ہے مسلمانوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی ہم ان کے علماء کو علماء اسلام میں شمار کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ تمام مکاتیب فکر کے علماء کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیئے اور باہمی اتحاد واتفاق کے ساتھ مشترکہ طور پر اصلاح معاشرہ کا بیڑا اٹھانا چاہیئے اور لوگوں کو صحیح اسلامی رنگ میں رنگ کر میدان جہاد میں اترنے کی ترغیب دینی چاہیئے۔ چنانچہ جہاں علماء کو ان فرائض کی انجام دہی میں لیت ولعل نہ کرنا چاہیئے اور کمرہمت باندھ کر میدان میں اترنا چاہیئے وہاں حکومت پر بھی یہ ذمہ داری بدرجہ اتم عائد ہوتی ہے کہ وہ ان مفاسد کا قلع قمع کرے اور ملک کے آئین ودستور کو صحیح اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کر کے اپنی اسلام دوستی کا ثبوت پیش کرے۔ صحیح اسلامی دستور فقط وہی ہو سکتا ہے جو کتاب وسنت کی روشنی میں ترتیب دیا جائے اس کے علاوہ کوئی قانون حقیقت میں اسلامی قانون کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس سے مفاسد اور معاشرتی برائیوں کے اسباب وعلل کی بیخ کنی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس

(باقی صفحہ ۱۴)

مجلس ذکر:- جمعرات ۱۱ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ ۱۳ مئی ۱۹۶۵ء

دین پر محنت ہر مسلمان کا فرض ہے

از:- جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ - امابعد - فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ -

بزرگانِ محترم! اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ آپ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اجتماعیت کی تعلیم دی ہے جماعت کی پابندی کی تلقین فرمائی ہے۔ مل جُل کر اسلام کی کھیتی پر محنت کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اسلام تنظیم کا نام ہے خدائے اسلام نے صاف الفاظ میں کہا ہے:-

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

آپ بہترین امت ہیں اور آپ کو اسی لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیں اور برائیوں سے روکیں۔ گویا یہ ساری کی ساری امت ہی دعوت دینے کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اس کے ذمہ نبیوں والا کام لگایا گیا ہے۔ لیکن اس امت کے فرقے بھی ۷۳ ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقط ایک فرقہ ہی جنت میں جائے گا۔ باقی ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ سنار سونے کو کسوٹی پر کس کر پرکھتا ہے کہ کھوٹے اور کھرے میں تمیز ہو سکے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ما انا علیہ و اصحابی" بیان فرمائی ہے یعنی جو آپؐ کا اور آپؐ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تابعدار ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جو ان کی راہ کے خلاف چلے گا جہنم کا ایندھن بنے گا۔ یہاں بھی آپؐ نے اپنے ساتھ اپنی جماعت ہی کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس طرح اجتماعیت کی اہمیت کو چار چاند لگا دئے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز پر زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

برادرانِ محترم! کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اجتماعیت اور باہمی میل محبت کی تلقین فرمائیں اور ہم اُن کے نام لیوا ہونے کا دم بھرتے ہیں خاندانی رقابتوں، باہمی جھگڑوں اور آپس کے بُغض و عناد کا شکار بنے رہیں۔ آج جس اخبار کو اٹھا کر دیکھو باہمی جھگڑوں کی بناء پر قتل کی وارداتوں سے بھرا نظر آئے گا ـــــ پاکستان کی ۱۶-۱۷ سالہ زندگی میں اگر تجزیہ کیا جائے تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو مسلمان قتل ہوئے ہیں اُن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جائے گی۔ اب اندازہ فرما لیجئے اگر یہی مسلمان کشمیر کے محاذ پر جا کر جامِ شہادت نوش کرتے تو ان کا خون رنگ لاتا۔ اور کشمیری عوام ان کی جاں نثاری کے صلے میں آزادی کی صبح طلوع ہوتی دیکھ لیتے ـــــ سخت افسوس ہے کہ بعض مسلمان مکھیوں اور مچھروں کی طرح جان دیتے ہیں۔ اور باہمی جدال و قتال کے باعث جہنم کے سزاوار ٹھہرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص خودکشی کرے تو وہ بھی جہنمی اور اگر مسلمان کسی مسلمان کو دانستہ قتل کر دے تو وہ بھی ابدالآباد تک جہنم میں رہے گا۔ اس کے برعکس اگر اللہ کے راستے میں جان قربان کر دے، اللہ کے دین کی خاطر اور ناموس مصطفےٰؐ پر جان دے دے تو جنت کا وارث بنے گا اور خدا کی رحمتوں اور ابدی نعمتوں کا مستحق قرار دیا جائے گا ـــــ مگر کیا کیا جائے ـــــ
اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی
یہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ لوگوں میں نیکی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا میلان کم اور برائیوں اور شیطانی رسوم کی طرف رغبت زیادہ ہے۔

آپ نے دیکھا محرّم الحرام میں ریڈیو پر فلمی گانوں وغیرہ کا پروگرام قطعی بند تھا۔ لیکن محرّم گیا اور ریڈیو نے پھر وہی شیطانی تانیں اڑانا شروع کر دیں۔ برائی محرّم میں بھی برائی ہے اور محرّم گذر جانے کے بعد بھی برائی ہے۔ رمضان کا مہینہ بارہ مہینوں میں سب سے زیادہ محترم مہینہ ہے۔ رمضان میں شیطان جکڑے جاتے ہیں لیکن ریڈیو آزاد رہتے ہیں۔ کیا گانوں کا پروگرام رمضان میں موقوف نہیں کیا جا سکتا کیا وہ اللہ کا مہینہ نہیں۔ کیا اُس مہینہ سے زیادہ رحمتیں اور بخششیں کسی اور مہینے کو نصیب ہیں؟ اگر نہیں اور اسلام کی نگاہ میں یقیناً نہیں تو پھر آخر رمضان کا احترام کیوں نہیں کیا جاتا۔

عجب تماشا ہے کہ معاشرہ کا معاشرہ ہی بگڑ چکا ہے۔ کلبوں میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط اور رقص و سرود گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بازاروں میں، ہوٹلوں میں جس طرف دیکھو عریانی کا سیلاب بہہ رہا ہے۔ شرم و حیا نے منہ ڈھانپ لیا ہے اور بے حیائی و بے شرمی کھل کھیل رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لئے تو پردہ کا حکم ہو لیکن دورِ حاضر کی بیگمات کے لئے کوئی پابندی نہ ہو۔ وہاں تو گناہ کا تصور بھی دماغ میں نہیں آ سکتا لیکن پھر بھی پردے کی پابندی ہے لیکن یہاں پرورش ہی گناہ میں ہوتی ہے لیکن پھر بھی آزادی کی رسیا ہیں ؎
ببین تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

محترم حضرات! آپ کے ذمہ فرض ہے کہ آپ اپنے اہل و عیال کو دینی قدروں کی پابندی کرائیں۔ دین کے مسائل سمجھائیں اور کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل کرائیں۔ قرآن عزیز نے واضح الفاظ میں فرمایا:-

قوا انفسکم واھلیکم نارًا

خود کو اور اپنے اہل و عیال کو نارِ جہنم سے بچاؤ ـــــ آپ پر دینی اعتبار سے فرض ہے کہ آپ اپنے بیوی بچوں کی نگہداشت کریں اور ان سے شعائرِ اسلامی کی عزت کرائیں ـــــ مگر بُرا ہو دورِ حاضر کے تہذیب و تمدن کا۔ سب ہی اس کی رَو میں بہہ گئے ہیں اور عوام تو عوام علماء بھی اپنے منصب سے غافل ہو گئے ہیں۔ تبلیغ کی لگن اور دین پر محنت کی سچی تڑپ اُن کے دلوں سے رخصت ہو

باقی صفحہ ۱۴ پر

خطبہ جمعہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۶۵ء

اسلام ایک ضابطہ حیات ہے

از مولانا حضرت عبیداللہ انور مدظلہ العالی :

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۰

(پ ۲ سورۃ البقرہ ۲ آیت نمبر ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام مرحوم

یعنی اسلام پورا پورا قبول کرو۔ ظاہر و باطن اور عقیدہ و عمل میں صرف احکام اسلام کا اتباع کرو۔ یہ نہ ہو کہ اپنی عقل یا دوسرے کے کہنے سے کوئی حکم تسلیم کرو یا کوئی عمل کرنے لگو۔

شیطان کی پیروی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں یہ اس طرح شیطان کی پیروی ہے کہ اپنے آپ کو کہلاتے تو رہو مسلمان لیکن رسمیں اختیار کرو مجوس عجم کی، معاشرت لے لو مشرکین ہند کی قانون فوجداری لے لو ملحدین فرنگ کا، معاملات کرنے لگو دستور یہود کے مطابق۔ شیطان کے نقش قدم پر چلنا یہی ہے کہ اسلام میں غیر اسلام کی آمیزش کی جانے لگے اور اسے کوئی اصلاحی یا تجدیدی کارنامہ سمجھا جانے لگے۔

اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا یہ ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جائے۔ اور ایسے امر کو دین سمجھنا یہ ایک شیطانی لغزش ہے اور بہ نسبت ظاہری معاصی کے اس کے اشد ہونے کے سبب یہ عذاب کا زیادہ مظنہ ہے۔

حاصل

(۱) ہمیں زندگی کے ہر گوشے میں اسلام ہی کی تابعداری کرنا اور کامل اسلام کے نفاذ کے لئے ہمہ تن مصروف رہنا چاہیئے۔

(۲) خلاف اسلام حرکات کا ارتکاب شیطان کی پیروی ہے۔

(۳) شیطان کے نقش قدم پر چلنا یہی ہے کہ اسلام میں غیر اسلام کی آمیزش کی جائے۔

(۴) بدعات سنت کی ضد ہیں۔ بدعات کو اپنانا شیطانی لغزش ہے اور یہ زیادہ گمراہی کا سبب بن سکتی ہیں۔ بدعت یہ ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے کی جائے۔

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے

برادران محترم! مذکورہ بالا آیت اور اس کی تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام صرف چند عقائد، عبادات یا قوانین کا نام نہیں یہ ایک جامع و مانع نظام حیات اور مکمل و منظم دستور زندگی ہے۔ یہ انسانیت کے ہر ہر گوشہ اور ہر ہر شعبہ پر حاوی ہے اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لئے یہ حکم نہ ہو۔ یہ اپنی توحید تعلیم میں انتہائی غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازہ کے سائل بنیں۔

مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا عملی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ وہ ہر زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا۔ چنانچہ اسی لئے اسلام میں غیر اسلام کی ملاوٹ کو شیطانی اقدام قرار دیا گیا۔ تاکہ کوئی نئی چیز ایجاد ہو کر دین کا جزو نہ بن سکے اور اس طرح اس دین کی کاملیت پر زد آئے

محترم حضرات

صاف ظاہر ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا اور یہ سراسر اسلام کے مزاج کے خلاف ہے کہ ایک شخص توحید تو اسلام سے لے لے لیکن عبادت کے لئے مسجد، مندر اور کلیسا کو برابر سمجھے یا رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تو لے آئے مگر معاشیات کے قاعدے کارل مارکس اور لینن سے لے، دستور مملکت کے رموز ناخدایان مغرب سے حاصل کرے اور اخلاقی ضابطوں کے لئے گوتم بدھ کے دروازہ کا بھکاری بنے۔

معاشیات، معادیات، اخلاقیات، اجتماعیات اسلام کے سب اپنے ہیں۔ کسی اور دین، کسی اور نظریے کی پیوندکاری اس کے ساتھ نبھ ہی نہیں سکتی کیونکہ اسلام اسے شیطانی حرکت قرار دیتا ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں سے صرف یہ تقاضا کرتا ہے کہ انہیں جو حکم دیا جائے اس کی پوری پوری پابندی کریں۔ سنت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر شق اور ہر ہر ادا کو اپنی زندگیوں میں جاری و ساری کریں۔ اور اس حقیقت کو اپنے اوپر طاری کر لیں کہ:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰

بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

شیطان کی کوشش

یاد رکھئے! دین سے علیحدگی کی راہ پر چلنا عیش پرستی اور آرام طلبی شیطان کی تعلیم ہے اور مسلمان کے لئے تباہی کا پیش خیمہ۔ شیطان کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں قربان ہونے اور اپنے آپ کو اس کی راہ میں وقف کر دینے سے پرہیز کرے۔

پس

اے برادران عزیز! آپ کو شیطان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آنا چاہیئے۔ آپ کو حیات قومی اور اجتماعی کے لئے کامل و اکمل اور بہترین قانون تفویض ہوا ہے جس کا پہلے تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ اس پر عمل پیرا ہونے والے شتربانی سے جہانبانی تک پہنچ گئے۔ جاہل، عالم ہی نہیں کائنات انسانی کو درس ہدایت دینے والے معلم بن گئے۔ جنہیں بدو اور اعرابی کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ سارے جہان کو تہذیب و تمدن کا سبق دینے والے قرار پاتے اور جن کا ذکر کرنا تاریخ کے لئے باعث ندامت تھا۔ تاریخ ان کے آستانہ عظمت و جلال پر سر جھکانے کے لئے مجبور ہو گئی اور آج تک تاریخ انسانی اس کی

باقی صفحہ ۱۴ پر

علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی کا

واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

چونکہ محترم عثمان غنی صاحب حج کو تشریف لے گئے ہیں - ان کے حسبِ ارشاد یہ درس میں نے ضبط کیا جو ہدیہ ناظرین ہے - محمد سلیمان

میرے بزرگو! اور بھائیو! گزشتہ درس میں یہ ابتدائی آیات پڑھ چکے ہیں - مگر میں اعادہ کے طور پر پھر پڑھ دیتا ہوں تاکہ اس طرح سننے سنانے سے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل سے نوازیں - گزشتہ درس میں سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھی گئیں سورہ فاتحہ میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ط ہمیں سیدھا راستہ دکھا - سیدھے راستہ پر چلا - جواب میں سمجھ لیا جائے - اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے پورا قرآن نازل فرما دیا - شروع ہی میں فرمایا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ج یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں اسے اتارنے کا مقصد کیا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہ فرمایا جس ہدایت کو تم مانگتے ہو - وہ تمہیں کہاں ملے گی؟ فِيْهِ هُدًى وہ تمہیں اس قرآن میں ملے گی - لیکن یہ ہدایت کس کے لئے نافع ہے؟ فرمایا لِلْمُتَّقِيْنَ ط یہ قرآن ہدایت ہے پرہیزگار بننے والوں کے لئے - یعنی جو ہدایت چاہتا ہو ہدایت کا متلاشی ہو - ورنہ ایک آدمی سخت پیاسا ہو - پاس ٹھنڈے پانی کی بھری صراحی پڑی ہو - بلکہ برلب دریا بھی بیٹھا ہو - جب تک خود نہ پینا چاہے اسے کوئی نہیں پلا سکتا اور نہ اس کی پیاس بجھ سکتی ہے - پانی پیاس تو بجھاتا ہے - لیکن اس کی جو پانی کو پیئے - یہ تو نفسیاتی بات ہے، عقل بھی یہی کہتی ہے اور قانون بھی یہی ہے یعنی یہ نفسیاتی - عقلی اور قانونی بات ہے کہ ہم اسی کو پانی پلا سکتے ہیں جو پینا چاہے - جو پیاسا ہے - لیکن پینا ہی نہیں چاہتا اس کو کون پلائے؟ اسی لئے فرمایا کہ یہ قرآن ہدایت تو ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہیں یا پرہیزگار بننا چاہتے ہیں - وہ لوگ جو اپنی دنیا، قبر اور قیامت بہتر بنانا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن بہترین لائحہ عمل ہے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:-

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ہ

فرمایا یہ قرآن سراپا شفا ہے، علاج نہیں - شفا، کسی علاج کو دعویٰ نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ شفا ہے - کوئی بڑے سے بڑا حکیم، ڈاکٹر، ماہر امراض، یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا علاج سراپا شفا ہے کیونکہ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ط

انسان کا علم ذاتی نہیں بلکہ اسے دیا گیا ہے - اور یہ علم رب العالمین کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا - چنانچہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے سراسر رحمت اور سراپا شفا سے تعبیر فرمایا، قرآن یقینی شفا ہے جو اس کے ساتھ چمٹ گیا وہ شفایاب ہو گیا - کون چمٹا - ابوبکرؓ چمٹے عمرؓ فاروق چمٹے - عثمانؓ غنی، حضرت علیؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چمٹے اور شفایاب ہوئے کس سے شفایاب ہوئے؟ کس نے ان کو بیماریوں سے نکالا - اور ایسے تندرست ہوئے کہ قیامت تک تندرست رہیں گے - فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ - اب ہمیشہ کے لئے میں ان سے راضی ہوا - ان سے کبھی خفا نہ ہوں گا - چنانچہ اہل بدر کے متعلق فرمایا اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (بخاری) یہ قرآن رحمت ہے، کس کے لئے لِلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے لئے اور جو ایمان نہیں لاتے - ان کے لئے فرمایا، وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ط وہ لوگ جو اللہ کی حدیں توڑنے والے ہیں ان کے لئے یہ قرآن تو سراسر گھاٹا اور نقصان کا باعث ہے دیکھیں، لائل پور کے ایک شقی القلب نے قرآن کی توہین کی - اس کے لئے قرآن نقصان کا باعث ہوا، بہن کو قرآن سے محبت اور عشق ہے - وہ قرآن کی تلاوت کر رہی ہے - اور یہ پاس بیٹھا ریڈیو کے گانے سن رہا ہے بہن نے کہا اللہ کے بندے اس خبیث کو بند کر - میری تلاوت میں خلل نہ ڈال - اور اگر سننا ہی چاہتا ہے تو ذرا آہستہ کر دے - دیکھئے دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں - ایک کو قرآن سے محبت ہے اور دوسرے کو نفرت ہے - ایک کے لئے قرآن رحمت ہے اور دوسرے کے لئے خسارہ ہے اللہ تعالیٰ سب کی اولادوں کو نیک صالح فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی اولادوں کو جہنم سے بچائیں - اولاد کا کیا قصور ہے؟ فرمایا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ط

اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ - تمہارا فریضہ ہے جس طرح بیماریوں سے بچاتے ہو - اس طرح جہنم سے بھی اپنی اولاد کو بچاؤ - اس بیٹے کو جسے قرآن سے اتنی نفرت ہے کہ قرآن سننا وہ گوارا نہیں کر سکتا - اسے ریڈیو کس نے لا کر دیا - باپ نے ہی تو لا کر دیا ہو گا جو اس کی ہلاکت کا سبب بنا - عنداللہ والدین جوابدہ ہیں اور ان سے پوچھا

جائے گا - تو فرمایا قرآن ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار بننا چاہتے ہیں - پرہیزگاری کسے کہتے ہیں - اس کے متعلق کافی کچھ میں پہلے عرض کر چکا ہوں - اچھا پھر ان کی نشانی کیا ہے؟ جو پرہیزگار بننا چاہتے ہیں - آج ہمارا کیا حال ہے - راستے پر کسی پیر صاحب یا مولوی صاحب کو دیکھ لیا - ارے کیا حال ہے جی میرے لئے دعا فرمایا کریں - یہ دعا کو مانتے ہی نہیں یہ تو مذاق کرتے ہیں - اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا

فرمایا میں تو اپنے بندوں کے بڑا قریب ہوں -

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ط

میں تو تیری رگِ حیات سے بھی زیادہ قریب ہوں - فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ چاہیے کہ میرا حکم مانے - اپنی منوانے کے لئے میری بھی تو مانیں پھر دیکھ قبول کرتا ہوں کہ نہیں - ان کی نشانی کیا ہے ؟ متقین کی نشاندہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ،

وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ، بن دیکھے - میں اعادہ اس لئے کر رہا ہوں تا کہ آپ حضرات کچھ سمجھ جائیں اور میرے ایمان میں بھی زیادتی ہو - اللہ کا نام ہے - بار بار پڑھنے سننے سے دلوں میں راسخ ہو جاتا ہے - فرمایا جو ایمان رکھتے ہیں بن دیکھی باتوں پر - پھر ایمان بالغیب کا درجہ بڑھتا جاتا ہے - پھر وہ غور نہیں کرتے کہ اس کی حقیقت کیا ہے - بس جو اللہ نے اور اس کے رسول نے فرمایا وہ ٹھیک ہے صلی اللہ علیہ وسلم پھر جتنا زمانہ دور نبوت سے دور ہٹتا جاتا ہے ایمان بالغیب کی ترکیب بھی بدلتی جا رہی ہے - وہاں تو جو آپؐ نے فرمایا سو ٹھیک ہے - چنانچہ ، ابوجہل نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے دوست نے تو آج یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجھے اللہ نے معراج کرایا - میں جب واپس آیا تو بستره اسی طرح گرم - وضو کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے - فرمایا کیا تو سچ کہتا ہے - کہنے لگا ہاں تیرے ساتھی نے ایسا کہا ہے - فرمایا ارے بیوقوف یہ تو چھوٹی سی بات ہے - اگر اس سے بھی بڑی بات ہوتی اس پر بھی میرا ایمان ہے - آپ میں سے اکثر دوست پڑھے لکھے ہیں - سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ پر کافروں کو بھی ایمان بالغیب تھا - نبی تو نہیں مانتے تھے مگر آپ محمدؐ امین (صلی اللہ علیہ وسلم) مشہور تھے - کہتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے امانتی ہیں ایسے امانتی ، جس کی آنکھ نے کبھی خیانت نہیں کی - جس کی زبان ، دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں نے کبھی خیانت نہیں کی - آپؐ کو گالیاں دیتے لیکن پھر بھی مال آپ ہی کے پاس امانت رکھتے - کہتے ، ہے بڑا امانتی لیکن نامعلوم ، کسی نے اس پر جادو کر دیا - قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ط

آپ کو شہید کرنے کے لئے تیار ہو گئے - مگر امانتیں پھر بھی آپ ہی کے پاس ہیں - چنانچہ ہجرت کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم یہیں رہو - مکہ والوں کی امانتیں جو میرے گھر پڑی ہیں ادا کر کے آنا - مارتے ہیں - گھر سے نکال رہے ہیں - پھر بھی کافروں کا مال آپ کے پاس امانت ہے - حضرت علی کو حکم دیا - دے کر آنا - آپ کے ہر قول - ہر فعل اور ارشاد بلکہ جو بات آپ کے منہ مبارک سے نکلی - بس - مسلمان کا اس پر ایمان تھا - دلیل یا حجت کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا - پھر جوں جوں زمانہ لمبا ہوتا گیا - وہی احکام - وہی باتیں وہی آپؐ کے ارشادات دین کی شکل میں منتقل ہوتے چلے آئے - آپ کے سب سے پہلے مخاطب سب سے پہلے شاگرد تھے صحابہ کرام ، صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین - یہی سلسلہ ہم تک پہنچا - دارالعلوم دیوبند اور دوسرے دینی مدارس میں اصول فقہ کی آخری کتاب مسلم الثبوت پڑھائی جاتی ہے - اس میں لکھا ہے -

اما المقلد فمستنده قول المجتهد

آپ سب ملازم ہیں - آپ کو کوئی بات کرنی ہو یا کہنی ہو تو اپنے محکمہ کے ہیڈ سے رابطہ قائم کرتے ہیں - یا کوئی شکایت ہو تو اپنے ہیڈ سے کرتے ہیں - یہ نہیں کہ کوئی ملازم یہ کہے کہ نہیں بھائی میں صدر صاحب کو ٹیلیفون کرتا ہوں - صدر صاحب تک پہنچنے کے لئے بھی ، آپ اپنے ہیڈ سے ہو کر جائیں گے ، اس کی اجازت سے جائینگے - یہاں تک کہ آپ اپنی مرضی سے چھٹی نہیں کر سکتے - آپ اوپر سے جو آرڈر آئے ، اس کے مکلف ہیں - محکمہ کا ملازم اپنے سربراہ اپنے ہیڈ کی معرفت کے بغیر قانونًا چھٹی نہیں کر سکتا - یہی ہے ایمان بالغیب - اسی طرح دین میں ہمارے سربراہ ہمارے ہیڈ امام ابوحنیفہؒ - امام شافعیؒ - امام مالکؒ امام احمد بن حنبل - حضرت امام اولیاءؒ لاہوری - حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ہیں - ہمیں ان کی بات ماننی پڑے گی - کیوں ؟ اس لئے کہ یہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے - یہ تو وہی کہتے ہیں جو ان کو اوپر سے ملی ہو - حتی کہ یہ سلسلہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے - اور آپؐ کے کسی قول کسی فعل کسی ارشاد پر صحابہ دلیل نہ پوچھتے کیونکہ ؟ اس لئے آپ جو بھی فرماتے ہیں من جانب اللہ ہوتا - یہی سند ہے - میں نے بخاری اور ترمذی شریف اپنے محبوب آقا حضرت مدنیؒ سے پڑھی اور سنی انہوں نے اپنے شیخ سے ان کے شیخ نے اپنے شیخ سے حتی کہ سلسلہ آپؐ تک پہنچ جاتا ہے - یہی ہے ایمان بالغیب - پچھلے دنوں اس مسئلے پر جسے ہم "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" سے تعبیر کر سکتے ہیں - یہ بحث چلی - میں نے حضرت رائے پوری کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا - کہ جناب اپنی رائے سے مطلع فرمائیں - یاد رکھئے کہ اس دور کی "تین ہستیاں" بڑی بلند گزری ہیں جنکو نہ ہم جانتے ہیں - اور نہ جان سکتے ہیں حضرت مدنیؒ - حضرت رائے پوریؒ اور حضرت لاہوریؒ ان کی قدر پچاس ساٹھ سال بعد میں آئے گی - ہاں تو میں نے حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا - آپ نے جواب میں فرمایا "میں تو اپنے اکابر کا من وعن مقلد اور متبع ہوں" حضرت کا مکتوب گرامی اب بھی میرے پاس محفوظ ہے -

یہ ہے ایمان بالغیب - ایک شخص یہ کہے کہ میں نے ٹوٹی سے پانی پیا اور دوسرا کہے کہ نہیں میں نے چشمہ یا دریا سے پانی پیا - ہیں تو دونوں ٹھیک - جس نے ٹوٹی سے پانی پیا، وہ بھی کسی واسطہ سے ٹوٹی تک پہنچا - پانی کا مخزن دریا یا چشمہ یا کنواں ہے - لیکن پانی آگے جا کر کئی نلوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جو بلواسطہ لوگوں تک پہنچتا ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے کنوئیں کا پانی پیا حالانکہ وہ نلکہ سے پی رہا ہو تو وہ کہتے ہیں درست ہے کیونکہ پانی کا مخزن تو کنواں ہے نا -

ایمان بالغیب پہلی کڑی ہے اللہ کی ہدایت کو قبول کرنے کے لئے اس لئے ایمان کو سب پر ترجیح دی - ایمان کے بعد دوسری چیز اقامت صلوٰۃ ہے - وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اور قائم کرتے ہیں نماز - اس کے متعلق بھی میں پہلے کافی کچھ عرض کر چکا ہوں - اس کا ایک تیسرا معنی یہ ہے ادا الصلوٰۃ بالجماعۃ نماز با جماعت ادا کرنا جیسا کہ اقامت سے ظاہر ہے

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ

جس نماز کو کھڑا کرنا چاہتے ہو قد قامت وہ کھڑی ہو گئی ہے اگر جماعت سے رہ جائے کسی مجبوری کی وجہ سے تو بھی بہتر ہے اکیلے ہی اقامت کہے اور پھر نماز پڑھے سفر میں، ساتھ اور کوئی نہیں - یا جنگل میں ہے، ساتھی کوئی نہیں ہے - فرض نماز کے لئے اجازت ہے - اقامت کہو پھر نماز پڑھو اور کوئی شریک نہ ہوا - فرشتے اور جن شریک ہو جائیں گے - جن بھی تو مکلف ہیں - نماز باجماعت ادا کرنا ہمارے معاشرے کا بڑا ضروری جزو ہے - امام احمد بن حنبل کے نزدیک تو نماز باجماعت فرض ہے - یعنی اگر جماعت کے ساتھ ادا نہ کی تو ہو گی ہی نہیں واجب تو سبھی کے ہاں ہے - ایک اندھے صحابی حاضر خدمت ہوئے - عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بارش ہو تو، گلیوں میں کیچڑ ہو جاتا ہے - اور میرے گھر اور آپ کی مسجد کے درمیان کافی فاصلہ ہے - میرا بیٹا، یا کوئی ملازم نہیں جو مجھے مسجد تک لائے -

وَلَیْسَ لِیْ مَنْ یَّقُوْدُنِیْ

اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں نماز گھر ہی پڑھ لیا کروں - فرمایا بہت اچھا - ابھی اٹھنے ہی پایا تھا کہ فرمایا جب اللہ کا منادی، ندا کرتا ہے تجھے آواز پہنچتی ہے - یعنی تو آذان کی آواز سنتا ہے - عرض کی جی ہاں - فرمایا پھر اس کے سننے کے بعد گھر پڑھنے کی اجازت نہیں کس کو؟ اندھے کو - حالانکہ اندھے کو اجازت ہونی چاہیے - یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے - عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنی بہتر ہے - عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ مردوں کے اختلاط سے اپنے آپ کو بچائیں - ان کے لئے گھر، مسجد سے بہتر ہے ایک عورت حاضر خدمت ہوئی اے اللہ کے رسول میں جہاد پر جانا چاہتی ہوں - فرمایا جہادُ کُنَّ اَلْحَجُّ تو اللہ کے گھر کا حج کر - یہی تیرے لئے جہاد ہے - لیکن حج کے لئے ضروری ہے کہ ساتھ بیٹا یا باپ یا خاوند یا بھائی ہو - جس طرح اور بیماریاں ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں - انہی میں سے ایک یہ ہے کہ اکثر ہماری بہنیں - بچیاں اور مائیں غیر محرم کے ساتھ سفر کرتی ہیں - کہتی ہیں میں نے پڑوسی کے ساتھ حج کیا - جو شرعاً کسی حالت میں درست نہیں - جس کے ساتھ کسی حالت میں نکاح جائز ہو - شرعی نقطہ نظر سے اس کے ساتھ سفر حرام ہے - حج فرض ہی نہیں جب تک ساتھ محرم نہ ہو - محرم کون ہے؟ باپ ہو یا بیٹا ہو یا بھائی ہو یا بھانجا ہو یا بھتیجہ ہو یا خاوند ساتھ ہو - حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی حاضر خدمت ہوئے - اے اللہ کے رسولؐ میں جہاد پر جا رہا ہوں اور میری بیوی حج کا قصد کئے ہوئے ہے - میرے لئے کیا حکم ہے - فرمایا جا تو اپنی بیوی کو حج کرا - بزرگو! صحابہ کا دور ہے اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا زمانہ ہے کیا ان میں بھی نعوذ باللہ بدنیتی پائی جاتی تھی - نیت، بدنیتی کا سوال نہیں قانون اپنی جگہ قانون ہے - دیکھئے صحابیؓ کو فرمایا - جہاد کو چھوڑو بیوی کو حج کراؤ - تیرا وہی جہاد ہے - آج کے اس دور میں عورت کے لئے بڑی عبادت گھر کی چار دیواری ہے - بلکہ عورت کے لئے حکم ہے کہ وہ اعتکاف بھی گھر ہی میں بیٹھے - مرد کے لئے مسجد میں اعتکاف بیٹھنا ضروری ہے تاکہ نماز باجماعت کا اہتمام ہو سکے -

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝

اور اس سے جو کچھ ہم نے ان کو دیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں - وہ کہتے ہیں میرا اپنا تو کچھ ہے ہی نہیں سب کچھ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا ہے -

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

میرے پاس اگر مال ہے تو اللہ کا ہے - جان ہے طاقت ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی علم و ہنر ہے تو اللہ کا دیا ہوا - اسی لئے فرمایا مِمَّا جو کچھ ہم نے ان کو دیا - انفاق فی سبیل اللہ ہر اس چیز سے ہے خواہ وہ علم کی صورت میں ہو - دولت کی صورت میں ہو - ہنر کی صورت میں یا طاقت کی صورت میں ہو جیسا کہ میں بہت سی مثالیں عرض کر چکا ہوں - ایک آدمی تندرست توانا - طاقتور ہے - دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی، بال بچے کے لئے دو چار پیسے کمانے کے لئے یا اپنا پیٹ پالنے کے لئے دو من کا بوجھ اٹھائے راستے پر جا رہا ہے - اس سے بوجھ اٹھا لے یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے - صرف مال ہی مراد نہیں - میرے پاس علم ہے - مجھ سے کوئی طالب علم پڑھنا چاہیے میں اس کو پڑھاؤں یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے - دنیا میں سب سے زیادہ سخی علماء کرام ہیں یہ اللہ کی مخلوق کو وہ دولت دیتے ہیں جو دنیا میں بھی - قبریں اور قیامت کے دن بھی کام آنے والی ہے - علم سب سے بڑی دولت ہے - سب سے بڑی سخی وہ علمائے حق ہیں - جنہوں نے قوم کی گالیاں کھائیں مگر مسجد کو نہ چھوڑا - بھوکے رہے مگر درس دیتے رہے - اللہ کی مسجدوں کو آباد رکھا بڑے فتنوں کا جو اسلام کے خلاف

اٹھائے گا، جواب دیا۔ ہم جیسے گناہگاروں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ جناب آپ کسی کو کہہ کے تو دیکھیں کہ بھائی میرے لڑکے کو ایک گھنٹہ انگریزی اور الجرا پڑھا جایا کرو۔ کہے گا کم از کم پچاس روپے لوں گا اور صرف ایک گھنٹہ آیا کروں گا اور اگر کسی مولوی صاحب کو کہہ دیں استاد جی۔ مولوی صاحب میرے لڑکے کو قرآن تو پڑھا دیں۔ بڑی خوشی سے کہے گا۔ جناب آپ بچے کو بھیجا کریں۔ قرآن تو ہیں پڑھاؤں گا۔ آپ کا بچہ میرا بچہ ہے۔ آپ پرواہ نہ کریں۔ آپ دیکھیں! یہ جگہ جگہ قرآن کے درس کون دیتے ہیں؟ یہ کتابیں کون تصنیف کرتے ہیں۔ یہ صرف علماء حق ہیں۔ حضرت لاہوریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے ہی رسالے شائع کئے۔ قرآن کی تفسیر لکھی۔ اور کتابیں لکھیں۔ لیکن ان کے اپنے نام پر کوئی چیز رجسٹر نہیں۔ خدام الدین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا پرچہ ہے۔ مگر جب اپنے پڑھنے کے لئے لیتے تو ۱۲ آنے دے کر پرچہ لیتے۔ آپ نے اپنا دماغ۔ دل اللہ کے نام پر مخلوقات الٰہیہ کی ہدایت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اسی طرح حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو قوم کی بیماریوں کے روحانی طبیب تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار ہے۔ مگر ایک کتاب بھی اپنے نام پر رجسٹر نہیں۔ یہ کہیں نہ لکھا، اور نہ فرمایا کہ میری اجازت بغیر کوئی شخص میری کوئی تصنیف نہیں چھاپ سکتا۔ آج مخلوقات دنیاوی طور پر ہزاروں کے حساب سے روپیہ کما رہی ہے۔ جس کی مرضی چاہے چھاپ لے۔

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

آج کی آیات گرامیہ میں پڑھا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ۔

اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اس ساری ہدایت پر جو اتاری گئی آپ پر وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور جو اتاری گئی آپ سے پہلے۔ تعمیم بعد التخصیص۔ دو تین خصوصی باتیں کرنے کے بعد، عمومی حکم دے دیا جو کچھ بھی آپ کی طرف نازل ہوا۔ سب کو مانتے ہیں "ما" عموم کے لئے ہے جو کچھ بھی آپ کی طرف نازل ہوا اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ صرف نماز پر اور صرف انفاق فی سبیل اللہ پر اکتفا نہیں۔ بدنی اور مالی عبادات کے علاوہ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اتنی بات عرض کر دوں۔ کہ اللہ تعالےٰ کا کلام جتنا جامع، مفید پیارا، معانی پر مشتمل ہے اور کوئی کلام نہیں۔ کیوں نہ ہو جب کہ اللہ خود متکلم ہیں۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط

اور تیرے رب کی باتیں انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ سچائی اور انصاف کے لحاظ سے عدل کے ایک معنی ہیں وَضْعُ شَيْءٍ فِي مَحَلِّهٖ۔ اُنْزِلَ اِلَيْكَ جہاں اللہ تعالےٰ نے اسے اتارا جہاں لگایا۔ بالکل اسے اپنے محل پر لگایا۔ محدث عصر حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے جو الفاظ جس ترتیب سے لائے گئے۔ ثقلین نہیں لا سکتے۔ کوئی یہ کہے، مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ کو ہٹا کر یہاں کوئی اور کلمہ لے آئیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم تو اکابر کے مقلد ہیں جو انہوں نے فرمایا وہی ہمارے لئے ٹھیک اور درست ہے "ہم خود جاہل ہیں" ہمارا اس پر ایمان ہے ان ہی کی برکتوں سے اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ جو کلمات اللہ نے فرمائے، ان سے بہتر کون لا سکتا ہے؟ شاہ صاحب نے جو فرمایا تو خود نہیں فرمایا بلکہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ط

اگر سارے جن اور انسان اکٹھے ہو کر ایسی کتاب لانا چاہیں تو لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ کبھی نہیں لا سکیں گے۔

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ط

اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ پورا قرآن لانا تو درکنار، ایک دو الفاظ بھی نہیں لا سکتے تو اللہ تعالیٰ نے جو یہاں يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ فرمایا، بالکل صِدْقًا وَّعَدْلًا کے طور پر فرمایا اسے کوئی نہیں بدلا سکتا تو اگر اس سے مراد صرف ایمان بالقرآن ہی ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ یوں کیوں نہ فرما دیتے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ

وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں قرآن پر یہ تو نہیں فرمایا بلکہ فرمایا جو ایمان لاتے ہیں ہر اس بات پر جو نازل کی گئی آپ پر، اللہ نے یہ کیوں نہیں فرمایا صرف قرآن ہی کو مانیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مغالطے سے بچائے اور ان کے مغالطے سے ہم کو بھی بچائے دنیا چند دنوں کی ہے، اطاعت میں گزری یا نافرمانی میں گزر تو جائے گی۔ مگر نافرمان زندگی ابدالاباد تک تڑپائے گی۔ اللہ سب کو محفوظ رکھے۔ یہ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ کیوں فرمایا؟ معلوم ہوتا ہے کہ رب العالمین فرماتے ہیں کہ تم میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک POST MAN (ڈاکیہ) یا کلرک نہ سمجھو۔ یہ تو میرے رسول ہیں ان کی ہر بات، میری بات ہے اس لئے جو کچھ اترا سب کو ماننا پڑے گا خواہ وہ قرآن ہو یا غیر قرآن الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ (مشکوٰۃ) جسے ہم حدیث کہتے ہیں۔ شارحؑ تو آپ ہیں۔ جس نے قرآن لایا اسی نے حدیث بھی لائی۔ آپ کا ہر فعل اور ہر قول قرآن کی شرح ہے فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ بے شک آپ بڑے اونچے اخلاق کے مالک ہیں۔ آپ کے اخلاق کیا تھے؟ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ آپ تو قرآن کی عملی تفسیر ہیں۔ پچھلے درس میں یا کہیں اور میں نے عرض کیا تھا کہ آپؐ کی ہر بات حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نوٹ کیا کرتے تھے۔ قرآن میں آیا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ، ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ کتاب کس کو کہتے ہیں؟

لکھی ہوئی چیز کیا وہ کتاب نہ جانتے تھے دوسری جگہ ہے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۔

نون ، دوات کو کہتے ہیں ۔

قلم ۔ قلم ہوا ۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ تو کیا وہ قلم کو نہ جانتے تھے ؟ وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں ۔ معلوم ہوا عرب تختی کو بھی جانتے تھے ۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ ۔

اور اگر ہم آپ پر کوئی کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیتے ۔

فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ

اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی ایمان نہ لاتے ۔ کاغذ ۔ قلم ۔ دوات ۔ تختی لکھنے والے ، سب کچھ موجود تھا ۔ اگرچہ تعداد کم تھی ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں آپ کے ارشادات اور اعمال لکھے جاتے تھے تاکہ لوگ ان سے ہدایت حاصل کریں ۔

مولانا شبلیؒ نے سیرۃ النبی میں لکھا ہے کہ سب سے پہلا جو مجموعہ احادیث مرتب ہوا تھا اس کا نام صادقہ ہے ۔ سنت اور حدیث کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو آئینی حیثیت حاصل ہو چکی تھی ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا عامل بنا کر بھیجنا چاہا تو آپ نے ان سے پوچھا ؟ تو لوگوں کے درمیان کس ہدایت کی روشنی میں فیصلے کرے گا ۔ آپ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے ، پھر آپ نے فرمایا اگر کتاب میں نہ ملا تو پھر ؟ آپ نے عرض کیا جنابؐ کی سنت کی روشنی میں ۔

دیکھئے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات جو آپ نے اپنی زندگی میں فرماتے ۔ بھائی عثمان غنی صاحب نے جمع کئے ۔ ان کو مرتب کیا اب کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں ۔ اسی طرح اکابر کے فرمودات لوگوں نے قلمبند کئے ۔ ہمیں اپنے اکابر سے اتنی محبت ہے اتنی عقیدت ہے کہ ان کی ہر ایک بات لکھ لی جاتی ہے ۔ میری تقریریں لوگ نوٹ کرتے ہیں ۔ حالانکہ میں بڑا ہی گندہ انسان ہوں ۔ تو کیا صحابہ کرامؓ کو نعوذ باللہ آپؐ سے اتنی محبت بھی نہ تھی ، ضرور تھی ۔ اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے آپ کی ہر بات لکھی یہ جو آواز کہ حدیثیں بعد میں لکھی گئی ہیں ۔ یہ سراسر الزام ہے اسلام کے خلاف ۔ بلکہ یہودیوں نے حضرت ابوہریرہ کو طعنہ دیا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک انسان ہیں جو کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی غصے میں اور تم ان کی ہر بات لکھ لیتے ہو ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے حاضر ہو کر خدمت میں عرض کی آپؐ نے فرمایا ۔

وَاللّٰهِ مَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیْنَا ۔

خدا کی قسم ہم نبی تو اللہ کی مرضی کے سوا بات بھی نہیں کرتے غرضیکہ آپؐ کی ہاں بھی شریعت اور نہ بھی شریعت ۔ حج کے زمانہ میں ایک آدمی آپ کے پاس آتا ہے عرض کرتا ہے اے اللہ کے رسولؐ قرآن میں حج آتا ہے ۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط

تو کیا حج ہر سال فرض ہے ۔ جس طرح زکوٰۃ اور رمضان کے روزے یا عمر میں ایک دفعہ ۔ آپؐ خاموش رہے کوئی جواب نہ فرمایا ۔ اس نے تین دفعہ پوچھا ۔ آپؐ نے کوئی جواب دیا پھر فرمایا ۔ سادے ۔ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ ،

اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا ۔ کیونکہ میری ہاں بھی شریعت ہے اور نہ بھی شریعت ہے اور مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے ۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں تو پھر ہر سال حج کرنا پڑ جائے ۔ آج جہاں اور احکام کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے ۔ حج کے متعلق بھی کہہ رہے ہیں کہ حج میں ویسے پیسے برباد ہوتے ہیں نعوذ باللہ ۔ اگر لندن کا یا پیرس کا چکر لگائیں تو وہاں تو پیسے اصلی مصرف پر خرچ ہوتے ہیں ۔ وہاں برباد نہیں ہوتے ، اور حج پر برباد ہوتے ہیں ۔

اسی طرح کہتے ہیں ۔ قربانی کی کیا ضرورت ہے ؟ قربانی نہ کرو ۔ پیسے جمع کر کے ایک ہوائی جہاز لے لو ۔ سینماؤں میں کلب میں اور عیاشیوں میں خرچ کرتے ہو ۔ روپیہ کو برباد نہ کرو ۔ یہ نہیں کرتے کہ جو یہ رقم حرام کے راستے پر صرف ہو رہی ہے قوم کا سرمایہ اندھا دھند ان فضولیات میں خرچ ہو رہا اس کو جمع کر کے جہاز لے لیں ۔ ان فضولیات میں خرچ کرنا ان کے نزدیک دولت کو ضائع کرنا نہیں اور دین کے احکام میں قطع برید کرتے نہیں شرماتے ۔ اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ عطا فرمائے ۔

آپؐ نے فرمایا هٰذِهٖ سنت ابراھیم یہ قربانی تو میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے ۔ اور امت کہہ رہی ہے کہ اس میں پیسے برباد ہوتے ہیں ۔ معلوم نہیں یہ انہوں نے کہاں سے نکال لیا ۔ ایسے نفس کے دھندوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں ۔ فرمایا جو اوپر سے آیا وہ بلاچون و چرا ماننا پڑے گا

مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ

ہر اس ہدایت پر جو نازل کی گئی ۔ خواہ قرآن کی شکل میں ہو یا سنت کی شکل میں ۔ وقت تھوڑا ہے میں رکوع تک ترجمہ عرض کروں گا ۔

مَا اُنْزِلَ وہ ساری ہدایت جو آپ پر نازل کی گئی ۔ قرآن کس نے سنایا ۔ مجھے میرے مرحوم باپ نے ، ان کو ، ان کے استاد صاحب نے ان کو ان کے استاد نے ۔ آگے انہوں نے اپنے استاد سے پڑھا اور سنا ۔ یہاں تک سلسلہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے جس کے منہ سے قرآن نکلا ۔ اسی کے منہ مبارک سے حدیث بھی سنی گئی ۔

صحاح ستہ کے محدثین تیسری صدی ہجری میں گزرے ۔ یعنی امام بخاری ، امام مسلم ، امام نسائیؒ ، ابن ماجہ ۔ ابوداؤد سب کا وصال تین سو سال میں ہو گیا تھا ، امام بخاریؒ ، بخارے کے تھے ۔ مسلم بغداد کے ، ابن ماجہ قزوین کے ابوداؤد ، سیستان کے رہنے والے

تھے۔ یہ سب محدث جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو سال کے عرصے میں گزرے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دو سو سال کے عرصہ میں علم حدیث کی اشاعت ان ممالک تک ہو گئی تھی جو صحابہ کرام نے کی۔ دیکھئے بھائی میری بات، واہ کا ایک دوست بیان کرتا ہے۔ تو آخر اس تک میری بات پہنچی ہے۔ تب ہی کرتا ہے۔ یہ دلیل اس بات کی ہے۔ اگر امام بخاری بخارے کے رہنے والے آپ کی حدیث مرتب کرتے ہیں تو اس دو سو سال کے عرصے میں وہاں یا اور مقامات میں احادیث، صحابہ، تابعین کے ذریعہ پہنچ چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اشاعت حدیث کا کام شروع ہو گیا تھا یہ اسلام کے خلاف زبردست فتنہ ہے کہ حدیث بعد کی خود ساختہ ہے۔ ہمیں فتنوں سے بچ کر عمل کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ

دیکھیے ایک آدمی نے راولپنڈی جانا ہے۔ بس تیار ہے۔ طریقہ تو یہ ہے کہ ٹکٹ لو۔ بیٹھ جاؤ۔ بس آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دے گی اور اگر کوئی یہ کہے کہ بس کے چار پہیے کیوں لگائے گئے ہیں۔ پانچ کیوں نہیں۔ اس کا رنگ سبز کیوں ہے۔ سرخ رنگ کرتے۔ اچھا اس کا انجن آگے کی طرف کیوں ہے۔ پیچھے کیوں لگاتے گئے ہیں پانچ کیوں نہیں۔ اس کا رنگ سبز کیوں ہے۔ سرخ رنگ کرتے۔ اچھا اس کا انجن آگے کی طرف کیوں ہے۔ پیچھے کی طرف کیوں نہ لگایا۔ ارے ڈرائیور تیری داڑھی کیوں مونڈھی ہوئی ہے۔ سب کہیں گے۔ اس کا دماغ خراب ہے پاگل ہے۔ تجھے ان باتوں سے کیا مطلب پنڈی جانا ہے۔ تو ٹکٹ لو۔ اور بس میں بیٹھ جاؤ۔ تو بھائی اسلام کے کامل ہوتے چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

ہدایت اور گمراہی دونوں واضح ہیں۔ ہمارا، آپ کا کام ماننا ہے نہ کہ تنقید کرنی۔ اس لئے فرمایا، مانتے ہیں اس ساری ہدایت کو جو آپ کی طرف نازل ہوئیں۔ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور ساری ہدایت کو بھی مانتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل ہوئی۔ ہم تورات کو بھی مانتے ہیں انجیل کو، زبور کو بھی ہمارا ایمان ہے کہ سب کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ سب انبیاء سابقین علیہم السلام والتسلیم پر۔ ماننا اور چیز ہے عمل اور چیز ہے۔ عمل ہمارا قرآن پر ہے جیسا کہ اس ملک پر کبھی انگریز نے حکومت کی اور اس کے وقت میں ان کا سکہ رائج تھا، اب کوئی جارج پنجم کے وقت کا سکہ بازار میں لے جائے تو کوئی نہیں لے گا۔ کیوں؟ کیا وہ سکہ نہیں۔ ضرور ہے لیکن اب وہ رائج الوقت نہیں۔ اب اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس طرح آج آپ کا دور ہے۔ آپ کی بات مانی جائے گی۔ ہر نبی علیہ السلام کی اپنے وقت میں بات قابل قبول تھی۔ اب سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے۔ اس لئے قابل عمل بات، اس دور میں آپ ہی کی ہے۔ چنانچہ ایک صحابی توراۃ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے جو دیکھ لیا۔ سخت ناراض ہوئے۔ فرمایا

لَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ الا اتباعی۔

اگر آج موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی کلمہ پڑھتے۔ میری لائی ہوئی ہدایت کو مانتے۔ آج تو، تورات محرف ہو گئی ہے اگر صحیح بھی ہوتی تو بھی ناقابل قبول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، اب کسی نبی کی بات بھی اب ہمارے لئے قابل عمل نہیں۔ ہاں مانتے ضرور ہیں۔ اس لئے فرمایا

مَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

اور اس ساری ہدایت کو بھی مانتے ہیں جو آپ سے پہلے انبیاء سابقین پر نازل ہوئی، اگر آپ کے بعد بھی کچھ نازل ہونا ہوتا تو اللہ تعالےٰ نے جس طرح مَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ فرمایا اسی طرح مَا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِكَ بھی فرما دیتے۔ مگر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

اور قیامت پر انہی کا یقین ہے جن کی عملی زندگی اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزر رہی ہے۔ یہی لوگ قیامت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ هُمْ حصر کے لئے آتا ہے یعنی قیامت پر انہی کا یقین ہے اوروں کا نہیں۔ نہ نماز نہ روزہ۔ نہ حج۔ نہ زکوٰۃ۔ نہ خدا نہ رسول تو ان کا ایمان قیامت پر کس طرح ہو سکتا ہے؟ ۱۹۴۹ء کی بات ہے۔ راولپنڈی میرے ایک دوست تھے۔ ان کے والد صاحب سخت بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کو گیا۔ جب میں چائے پینے لگا۔ تو وہ دوست کہنے لگا، قاضی صاحب، اباجی مر گئے تو ہم کیا کریں گے۔ روٹی کا وقت آیا تو پھر کہنے لگا۔ قاضی صاحب! اباجی مر گئے تو ہم کیا کریں گے۔ سگریٹ کی کش بھی لگاتا۔ میں ایک پیالی پیتا وہ دو پی جاتا۔ میں ایک کیلا لیتا تو وہ دو تین کھا جاتا۔ کھاتا، کھانے بیٹھتے۔ چائے پینے لگتے۔ غرض اس کا ورد ہو گیا۔ قاضی صاحب! اباجی مر گئے۔ تو ہم کیا کریں گے۔ آخر میں تنگ آ گیا، میں نے کہا کہ بھائی یا تو تو بیوقوف ہے یا مجھے بیوقوف سمجھتا ہے۔ صبح سے اب تک تم میرے ساتھ کھا پی رہے ہو۔ گویا تمہیں کچھ پرواہ ہی نہیں۔ اور ساتھ کہتے جا رہے ہو کہ اباجی مر گئے تو ہم کیا کریں گے۔ وہی کرو گے جو اب کر رہے ہو، اور کیا کرو گے۔ ان پر سکرات موت طاری تھے۔ دو دن بعد فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اباجی کے پاس تم ٹھکتے نہیں۔ حال تک نہیں پوچھا۔ ان کے پاس زمین چھوڑی ہوئی ہیں۔ اور زبانی طور پر اباجی کا بڑا غم ہے۔ تمہارے پروگرام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تمہیں کیا غم ہے اباجی مریں یا زندہ رہیں۔ ہنس پڑا۔ کہنے لگا۔ جی ہم نے بھی تو زندگی گزارنی ہے۔ لوگ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اب بھی نماز کا نام نہیں لیتے۔ خواہشات کے بندے بنے ہوئے ہیں۔ چوری کرتے ہیں۔ زنا کرتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں۔ جی قبر سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ معلوم نہیں قیامت میں ہمارا کیا بنے گا۔ معلوم نہیں یہ ان کا کیسا ڈر ہے۔ فرمایا۔ قیامت پر ان لوگوں کا یقین ہے۔ جن میں یہ صفات پائی جاتی ہوں۔ جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔ یقین اسے کہتے ہیں۔ جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں۔ فرمایا

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ۔

موت تک اپنی زندگی اللہ کی بندگی میں گزارو۔ موت کے وقوع کے یقین سے تعبیر فرمایا۔ جس طرح موت کا آنا یقینی ہے۔ جس سے کسی کو

باقی صفحہ ۱۳ پر

بقیہ :- اداریہ

کام کی انجام دہی کے لئے بھی ضروری ہے کہ علماء میں اتحاد و اتفاق ہو تاکہ وہ عوام کو ہاتھ میں لے کر قانونی طور پر حکومت کو مجبور کر دیں کہ اس ملک میں اسلامی قوانین و دستور رائج کرے تاہم موجودہ حالات میں جذبۂ جہاد کی ترغیب دنیا اور عوام و خواص میں قربانی و ایثار کی روح پیدا کرنا ہی وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور علماء اسلام کو یہیں سے اتحاد و اتفاق کی مہم کا آغاز کرنا چاہیئے اس طرح وہ اپنے منصب سے بھی عہدہ برآ ہوں گے۔ اور ملک بھی داخلی و خارجی طور پر مضبوط

گیارہواں سال

بحمداللہ تعالےٰ خدام الدین زیرِ نظر شمارہ کے ساتھ اپنی زندگی کے گیارہویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے گذشتہ دس سالوں میں جس خلوص و للّٰہیت، سلاست و میانہ روی اور محض اللہ جل شانہٗ کے بھروسہ پر تمام مادی سہاروں سے بے نیاز ہو کر دینِ حق کی جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں کوئی بھی ذی علم اور دیندار مسلمان اُن سے ناواقف نہیں۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں گم گشتگانِ راہِ ہدایت اس کی وجہ سے ہدایت یاب ہوئے ہیں۔ حتّٰی کہ سندھ میں کئی ہندو بھی خدام الدین پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ چنانچہ یہ بھی محض اللہ کا فضل و احسان ہے کہ اس برصغیر میں کوئی ہفتہ وار اردو پرچہ اس وقت اشاعت میں خدام الدین کا ہم پلّہ نہیں۔ ذالکَ فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ادارہ خدام الدین کا اس میں کوئی کمال نہیں۔ یہ محض صدقہ ہے کتاب و سنت کی صحیح تعلیم اور سیدی و مولائی امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی پُرخلوص دعاؤں، للّٰہیت اور بے نفسی کا اور ہم اسے تمامتر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس صدقۂ جاریہ کو تا ابد سلامت رکھے اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج جب کہ ۱۱ویں جلد کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے ہم عہد کرتے ہیں کہ ماضی کی تمام فروگذاشتوں اور کوتاہیوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کوشش کریں گے کہ خدام الدین کے ظاہری اور باطنی حُسن میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کریں۔ تاکہ اس کی آواز اور زیادہ مؤثر اور عالمگیر ہو سکے ——

قارئین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے خدام الدین کی اشاعت کو مزید وسعت دینے کی پوری سعی فرمائیں۔ دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت میں ادارہ کا پورا پورا ہاتھ بٹائیں اور اس طرح عنداللہ ماجور ہوں۔ ساتھ ہی ہمیں ہماری کوتاہیوں پر ٹوکیں اور اپنے مفید مشوروں سے ہر حال میں نوازتے رہیں —— ہم انشاء اللہ العزیز ہر مفید مشورے کو صدقِ دل سے قبول کریں گے

آخر میں ایک مرتبہ ہم پھر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس کھیتی کو ہمیشہ ہمیشہ ہرا بھرا رکھے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد !

بقیہ - خطبہ جمعہ

نیلر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اب اس سچی حقیقت کو جان لینے کے بعد بھی اگر تم نے اس مکمل ضابطۂ حیات کی واضح ہدایات سے روگردانی کی، قرآن کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے کھلے ہوئے دشمن کے فریب میں آ گئے تو اللہ جل شانہ، اپنے غلبہ و اقتدار سے کام لے کر تمہیں فنا کر دے گا اور یہی اس کی حکمتِ بالغہ کا تقاضا ہوگا قرآن عزیز پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

فَإِنْ زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

پھر اگر تم کھلی کھلی نشانیاں آ جانے کے بعد بھی پھسل گئے تو جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حاشیہ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

اگر تم صحیح تعلیم پا لینے کے بعد بھی پھسل گئے تو پھر جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت مواخذہ کرے گا۔

بے مثل دستورِ حیات

برادرانِ اسلام! یہ حقیقت کبھی فراموش نہ کیجئے کہ اسلامی آئین اور دستور اپنی خصوصیات کے اعتبار سے منفرد اور بے مثل ہے۔ دنیا کا کوئی قانون اور دستور اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ دنیا کی حکومتوں کی حکومتوں اور دساتیر چند انسانوں کے باہمی صلاح مشورے کے مرہونِ منت ہیں۔ اور ظاہر ہے انسان کا بنایا ہوا کوئی قانون نقائص سے پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان خود ناقص اور بیشتر اخلاقی کمزوریوں کا حامل ہے اور پھر اس کی عقل بھی محدود ہے۔ لیکن اسلامی آئین اور دستور کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس ذات بے ہمتا کا بنایا ہوا ہے۔ جس کا علم زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ پر حاوی ہے اور جو انسان کی فطری اور طبعی ضروریات سے بخوبی واقف ہے اس لئے اس کا بنایا ہوا قانون ہی ہر لحاظ سے مکمل و اکمل اور ہر زمانہ میں ساری دنیا کے تمام انسانوں کی نجات و فلاح کا ضامن اور کفیل ہو سکتا ہے

خوش نصیب ہیں ہم کہ قانون الٰہی کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ مقدس امانت ہمارے پاس محفوظ ہے لیکن ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہم نے اسے اپنی عملی زندگی میں داخل نہیں کیا

برادرانِ عزیز! سوچئے آخر ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسے جامع و مانع اور کامل و اکمل قانون اور دستورِ حیات کے ہوتے ہوئے ہم نے اغراض و اغماض اور غفلت کی ساری سنتیں کیوں تازہ کر دی ہیں۔ اور بقول مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم "مشرکین مکہ اگر قرآن کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے یا کعبہ کے اندر شور مچاتے اور تالیاں پیٹتے تھے کہ اس کی آواز کسی کے سننے میں نہ آئے تو آج خود مسلمان کانوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوئے ہیں اور شور مچانے کی جگہ خاموش ہیں مگر ان کے نفس نے انسانی ہنگاموں کا ایسا غل مچا دیا ہے کہ خدا کی آواز کسی کے کانوں میں نہیں پڑتی۔"

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں قرآن عزیز کی آواز سننے، اسے دلوں میں اتارنے۔ اس پر عمل کرنے اور اسے انفرادی و اجتماعی دستورِ حیات بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں اپنی درخواست کہہ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ یہی وہ جامع و اکمل اور بہترین ضابطہ حیات ہے جس پر عمل کر کے انسان معراج انسانیت حاصل کر سکتا ہے اور مقبول بارگاہِ الٰہی بن سکتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

مس رضیہ متعلم بی۔اے۔ گوجرانوالہ

ایفائے عہد کی اہمیت

اسلام میں عہد کی پابندی پر بہت تاکید ہے سورت مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو اپنے بندھن بندھاؤ

عہد خدا کے ساتھ ہو یا مخلوق کے ساتھ اس کی پابندی بہرکیف اور بہر صورت لازم ہے البتہ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ جو عہد بندگان خدا کے ساتھ باندھے جائیں وہ دین اور شرافت کی روح کے منافی نہ ہوں ورنہ قابلِ نفاذ نہ ہوں گے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسی شرط طے کی جس کا جواز کتاب اللہ میں نہیں ملتا تو یہ شرط اس پر عائد نہ ہو گی چاہے اس نے سو بار عہد کیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شرائط کا حق اور پختگی زیادہ ہے سورت نحل آیات ۱۹۰ سے لے کر ۱۹۵ تک اللہ تعالیٰ نے باہمی اور بین الاقوامی معاہدات کو عہد اللہ کا عہد کہہ کر ان کے احترام کو ہزار چند کر دیا ہے۔

مسلمان جب قرآن اور سنت کے مطابق کسی سے کوئی عہد باندھتا ہے تو وہ عہد اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عہد خداوندی ہوتا ہے جس کی پابندی از بس ضروری ہے جو شخص خلاف ورزی کرے گا وہ غدار ہو گا حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز ہر غدار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہو گا تاکہ اس کی خوب تشہیر ہو جائے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے اور وعدوں کو پورا پورا ایفا کرو یقیناً وعدہ کے بارہ میں پوچھا جائے گا قرآن حکیم میں اسی قسم کی اور بھی ہدایات ہیں سورت انفال میں ارشاد ہے کہ جب تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو تم معاہدہ ان کی طرف برابر طور سے پھینک دو کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت حذیفہ بن نعمان اور ابوجہل دو صحابی تھے یہ اسلامی لشکر میں شرکت کرنے کے لئے جنگ بدر میں جا رہے تھے کہ مشرکین کے ہاتھ آ گئے انہوں نے اس شرط پر جانے دیا کہ بدر نہیں جاؤ گے بلکہ مدینہ کا رخ کرو گے انہوں نے ہادیٔ برحق کو اس عہد کی خبر دی آپ نے فرمایا تم مدینہ جاؤ ہم عہد نبھائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلبگار ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا تھا کہ تم نے اسلام سے سابقہ دور میں جو عہد کئے تھے ان کو نباہو اسلام انہیں مزید قوت دیتا ہے تو جو عہد کوئی شخص کرے اس کو کس قدر شدید اہمیت ہو گی۔

باہمی معاہدات کا کچھ ذکر ہو چکا اب اس عہد پر ایک نظر ڈالیں جو خدا سے استوار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد ایک تو انسانی فطرت ہے جس سے انحراف کرنا راستی سے بھٹکنا اور دینوی اور آخروی بربادی کو دعوت دینا ہے اور دوسرے اللہ کے دین سے وابستگی ہے اسے سورت مائدہ میں جا بجا میثاق الٰہی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

قبول اسلام میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وسیع الاثر پیمان ہے جس کی رو سے دین و شریعت کے کل احکام کی بجا آوری ہم پر فرض ہو جاتی ہے یہ احکام بجائے خود مواعید کا حکم رکھتے ہیں بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ معاہد کا قاتل دوزخی ہوتا ہے یعنی اگر تمہارا مشرک قوم سے بھی عہد ہے تو تمہیں کوئی حق نہیں کہ تم بے سبب اس پر ہتھیار اٹھاؤ اگر کوئی مسلمان ایسی قوم کے کسی فرد کو قتل کرے گا تو دوزخ میں جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی قوم کے ساتھ عہد ہو تو جب تک میعاد نہ گذر چکے اسے توڑنے کی کوشش نہ کرے۔

آخر میں میری یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں مسلمان بنائے تاکہ ہم دین محمدی کے تابع ہو کر ہر کام شریعت کے مطابق کریں۔ آمین ثم آمین

بقیہ :- درس قرآن

مفر نہیں۔ موت سے کسی کو انکار نہیں۔ اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تک بچپن کا ایک دوست تھا۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکومت سے نوازا ایک دن وہ دوست آپ کے پاس آیا۔ کہنے لگا۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور بے مثل حکومت عطا فرمائی۔ ایک میری خواہش بھی پوری فرما دیں۔ فرمایا ضرور۔ کیا غرض ہے کہنے لگا مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ کسی جن سے کہیں کہ وہ مجھے کسی ایسی وادی میں چھوڑ آئے۔ جہاں، انسان کی ذات کا نام نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے حکم فرمایا۔ فوراً اسے وہاں پہنچا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام، حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوئے۔ کہنے لگے حضرت آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے میری پریشانی دور فرمائی۔ فرمایا کس طرح عرض کی وہ شخص کہ جسے آپ نے فلاں جزیرہ میں پہنچایا ہے مجھے خداوند فلاں جزیرہ میں پہنچایا ہے۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ فلاں جزیرے میں فلاں وقت اس کی روح قبض کرنا۔ میں حیران تھا کہ وہ تو آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ میں اس کی روح کس طرح قبض کروں گا۔ آپ کی بڑی مہربانی، کہ آپ نے اسے وہاں پہنچا کر میری مشکل حل کر دی میں ابھی اس کی روح قبض کر کے آیا ہوں۔ تو بھائی موت یقینی ہے۔ یہ تو آ کر رہے گی۔ اسی لئے قیامت پر ایمان کو یقین کے ساتھ تعبیر فرمایا کہ انہی لوگوں کا قیامت پر یقین ہے۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اب لگائیے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کو جو تم نے ہدایت مانگی وہ ہدایت یہ ہے۔

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ چلنے والے یہ لوگ ہیں اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ سے ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ تک۔ جب ہدایت پر چل پڑے۔ ہدایت پر آ گئے تو نجات پا گئے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے عقیدہ و عمل اور قول و فعل کی درستی کا حکم اللہ تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

بقیہ :- مجلس ذکر

چکی ہے۔ دین بھی اُن میں سے اکثر کے نزدیک کاروبار کی چیز بن چکا ہے — محمدی اسلام کی جگہ پنجابی اسلام نے لے لی ہے دین کا نام بے دینی اور بے دینی کا نام دین رکھ دیا ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک جنازہ پڑھایا۔ جنازہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا نہ مانگی —— ایک شخص نے کہا۔ دعا بھی مانگ لیجئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بھائی جنازہ میں جو دعا آپ نے پڑھی ہے وہ آپ مجھے سنا دیں تو میں یہ دعا بھی پڑھ دوں گا۔ دُعا اُسے یاد ہی نہ تھی اس لئے وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست سے بھانپ لیا تھا کہ وہ جنازہ کی دعا بھی نہیں جانتا اسی لئے مزید دعا مانگنے کے لئے کہہ رہا ہے

بہرحال حاصل یہی ہے کہ جنازہ میں جو اصل چیز ہے وہ تو لوگوں کو یاد نہیں ہوتی اور غیر ضروری پر جھگڑا کھڑا کر دیتے ہیں — یہی حال باقی دین کا ہے۔ غیر ضروری کو ضروری بنا دیا ہے —— جلوس نکالیں گے اور اسے فرض سمجھیں گے۔ لیکن نماز جو فرض ہے اور کسی حالت میں معاف نہیں اُس کے قریب بھی نہیں جائیں گے اور دعوے پھر بھی پکے مسلمان ہونے کا کریں گے۔

یاد رکھئے! اقامتِ دین ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اور علماء پر تو یہ فرض بدرجۂ اتم عائد ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو دین کی تبلیغ و اشاعت اور دین پر محنت کی توفیق عطا فرمائے اور ہم یہ کام اجتماعی طور پر انجام دے سکیں۔ آمین —

دعائے مغفرت

حکیم فضل الٰہی صاحب لوہاری منڈی والے قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم نہایت ہی نیک نفس اور اچھے طبیب تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ حکیم صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ محمد انور

تبصرہ

علماء اور ان کے فرائض

مؤلف :- مولانا حکیم محمود احمد ظفر
صفحات :- ۶۸
سائز :- ۲۰ × ۳۰ / ۱۶
قیمت :- ۷۵ پیسے
ناشر :- مکتبہ تعمیر حیات حبیب بنک بلڈنگ اردو بازار لاہور۔

علماء اسلام نے ہر دور میں اسلام کے خلاف اٹھنے والی طاغوتی طاقت کا مقابلہ کیا۔ اور اس کے ہر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے دندان شکن جواب دیا اس سلسلہ میں علماء کو مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑتا جو ایک المناک داستان ہے۔ لیکن وہ ادائیگی حق اور اسلام کی بلندی و سرفرازی کے لئے آخری دم تک لڑتے رہے ان کے ان مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ تاریخ کے اوراق پر انمٹ یادوں کی طرح ثبت ہو چکا ہے۔

فاضل مصنف نے ماضی کی ملی شخصیتوں کے کارناموں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے موجودہ دور کے علماء سے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی درخواست کی ہے اور کہا ہے کہ اب جو سیلاب اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کو منہدم کرنے آیا ہے۔ اس کا مقابلہ صرف علماء ہی کر سکتے ہیں عوام اور علماء ہر دو طبقہ کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جو بحمد اللہ زیر سرپرستی جانشین امام اولیاء حضرت لاہوری رح مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہٗ امیر "انجمن خدام الدین لاہور" ایک عرصہ سے زبردست دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اب تک مدرسہ کے مختلف درجات مثلاً شعبہ تجوید و قرأت۔ شعبہ حفظ و ناظرہ۔ شعبہ ترجمۃ القرآن و تعلیم بالغاں میں طلبہ کی بہت بڑی تعداد داخلہ لے چکی ہے۔ اور مشہور استاد جناب قاری حبیب اللہ صاحب فاضل قرآن سبع عشرہ مہتمم و صدر مدرس اور جناب قاری محمد اکبر صاحب کشمیری معاون مدرس کی حیثیت سے شب و روز پوری توجہ اور تندہی سے قرآنی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لئے مصروف کار ہیں شعبہ تجوید القرآن اور حفظ میں بیرونی طلباء کا داخلہ شروع ہے قیام و طعام و دیگر ضروریات کا کفیل مدرسہ ہوگا۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء جلد لکھیں۔

قاری محمد شریف قصوری ناظم نشر و اشاعت مدرسہ
تجوید القرآن کوٹ مراد خاں قصور شہر

قصور میں

ہفت روزہ خدام الدین لاہور مدرسہ قاسمیہ تجوید القرآن کوٹ مراد خاں میں ہر وقت دستیاب ہو سکتا ہے نیز گھر میں پہنچانے کا معقول انتظام ہے —
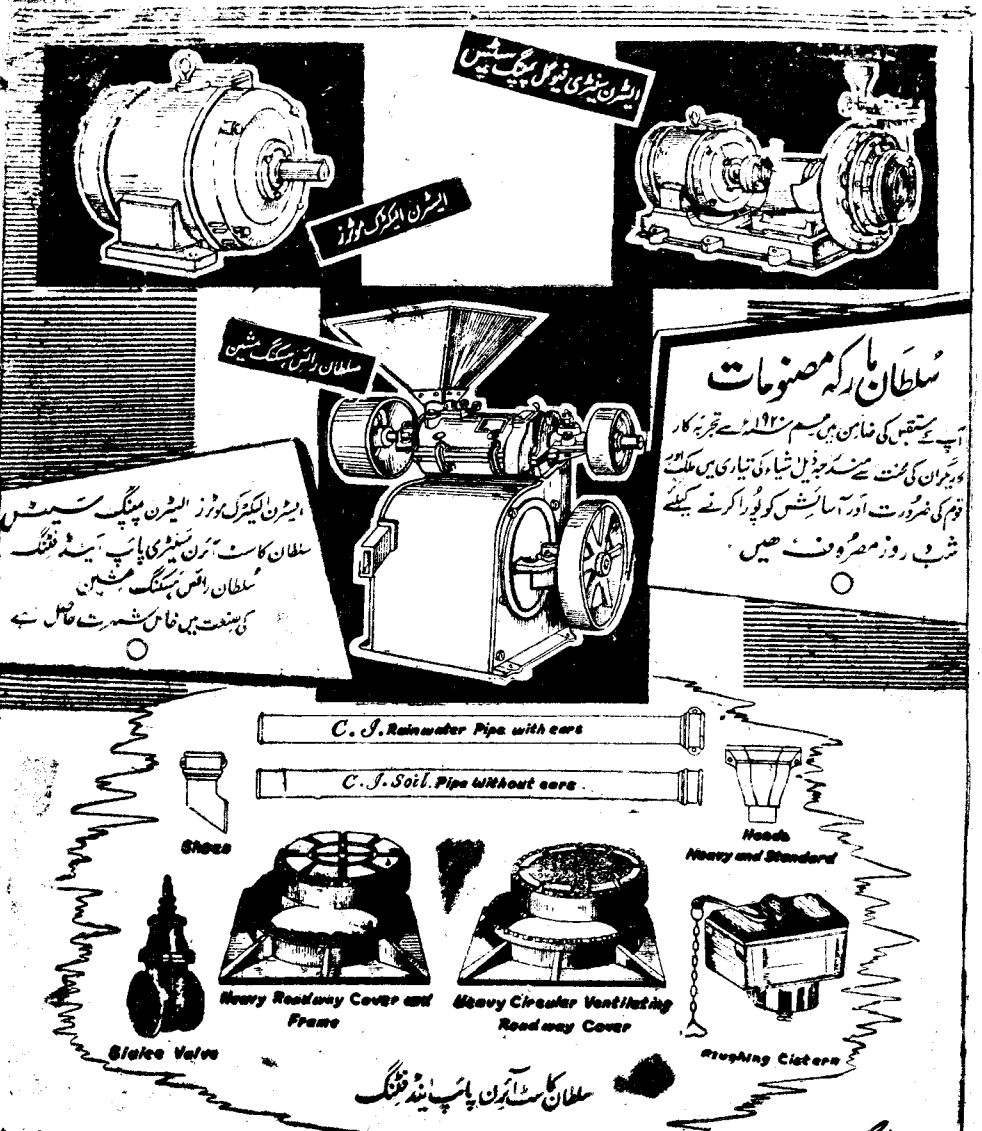
عثمان غنی بی اے
محلۃ المسفلہ نزد حرم شریف
مکہ معظمہ سعودی عرب

مکتوب حجاز

دوسری قسط

ہمارے جہاز کے تمام مسافر بخیریت جدّہ آئے صرف ایک عورت کا حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال ہو گیا اور اس کا جنازہ پڑھ کر جہاز والوں نے سمندر میں دفن کر دیا۔ جب ہمارا جہاز یلملم کے میقات کے قریب پہنچنے والا تھا تو احرام باندھنے کی اطلاع دی گئی۔ سب حاجیوں نے غسل کیا احرام باندھ کر اپنے مولا کا حکم پورا کیا۔ سب امیر غریب ایک ہی لباس میں تلبیہ پکار رہے تھے۔ لبیک۔ اللھم لبیک۔ لبیک لا شریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک۔ یہ تلبیہ جب بلند ہوتا تو جہاز گونجتا اور اللہ کی رحمتیں برستیں۔ حتیٰ کہ ہم جدّہ پہنچ گئے۔ جدّہ اتر کر ہم کو بسوں میں بٹھا دیا گیا اور سامان جہاز ہی میں رہنے دیا گیا جو بعد میں کسٹم شیڈ میں ہمیں بمشکل ملا۔ بسیں ہمیں جدّہ کی بندرگاہ سے اتار کر کسٹم ہاؤس میں لے گئیں وہاں ہم سے پاسپورٹ لے لئے گئے اور ہمارے معلّموں کے نام پوچھے گئے۔ ہم کسٹم ہاؤس میں گئے تو وہاں سامان کے ٹرک کھڑے تھے سامان قلی لوگ ٹرکوں سے بری طرح اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے اور تقریباً سب لوگوں کے سامان کا ستیاناس کر دیا۔ کسی کو ایک چیز ملی ہے تو دوسری نہیں ملتی اور اس طرح بے حساب وقت ضائع ہوتا ہے۔ گھی کے ٹینوں کو اس طرح اٹھا اٹھا کر مارتے ہیں کہ وہ ٹوٹ جاتے ہیں اور سارے کا سارا گھی فرش پر بہہ جاتا ہے سامان کے ساتھ ساتھ فرش بھی خراب ہو جاتا ہے صندوق ہیں تو وہ بالکل تباہ ہو جاتے ہیں پھر رہی سہی کسر کسٹم کا عملہ پوری کر دیتا ہے وہ لوگ صندوقوں اور گھی کے ڈبوں پر سلاخوں سے سوراخ کر دیتے ہیں غرض حاجیوں کو اچھا خاصا پریشان کرتے ہیں۔ کسٹم کرانے کے بعد پھر سارا سامان ٹرکوں میں لاد دیتے ہیں اور جدّہ حاجی کیمپ لے جا کر پھر وہی قیامت برپا ہوتی ہے کہ اپنی اپنی چیزیں تلاش کرو۔ غرض ہم نے اپنا سامان تلاش کر لیا اور جدّہ سے مکہ معظمہ کی تیاری کر لی مگر حاجی کیمپ میں پولیس آ گئی کہ پاکستان کے لوگوں کی کسٹم ہاؤس میں ہر طرح تلاشی لی گئی تھی مگر پھر بھی خفیہ اطلاع ملی ہے کہ ایک شخص کے پاس چرس ہے لہٰذا سب کا سامان پھر دیکھا جائے گا۔ پاکستان کے حاجیوں کو شرم آنی چاہیئے کہ ہر سال یہ شکایت ہمارے ہی لوگوں پر ہوتی ہے پچھلی مرتبہ بھی ایک پیر صاحب کے مریدوں سے گھی کے ٹینوں سے چرس پکڑی گئی اور اس سال پھر وہی حرکت ہوئی۔ ایک صاحب کی اس حرکت سے سب پریشان ہوئے بہرحال پولیس نے تفتیش شروع کر دی اور وہ چرس پکڑی گئی اور پھر آدھی رات کے قریب انہوں نے اجازت دی کہ جو جانا چاہے جا سکتا ہے۔ معلم صاحبان کی بسوں کی روانگی کا انتظار کرنے کی بجائے ہم نے بسوں کا کرایہ معلّم کو ادا کر دیا اور مکّہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ حرم پاک کی حد کے اندر داخل ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کیا یہاں سے آگے کوئی کافر نہیں جا سکتا۔ مسلمانوں ہی کو اجازت ہے۔ مکہ معظمہ کی روشنیاں نظر پڑیں تو بیت اللہ کی زیارت کا شوق فزوں تر ہوتا چلا گیا۔ ہمارے دوست خوشی محمد صاحب ہمیں جدّہ لینے کے لئے آئے ہوئے تھے اور ہمارے ماموں صاحب بھی وہاں موجود تھے وہ بھی ساتھ ہی رہے اور ہم مکّہ کے مبارک شہر میں داخل ہو گئے۔ سیدھے حرم شریف [illegible] کعبہ کی عمارت دیکھی اور دل ٹھنڈا ہوا۔ لوگ طواف کر رہے تھے ہم بھی باب اسلام سے داخل ہو کر طواف میں شامل ہو گئے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نفل ادا کئے چاہِ زمزم سے پانی پیا اور سعی صفا مروہ کی۔ یہ ساری چیزیں حرم شریف میں ہی ہیں۔ خانہ کعبہ ایک چوکور عمارت ہے جو [illegible] کے وسط میں ہے اس پر غلاف ہے جو کالے رنگ کا ہے اور اس پر کالے دھاگے سے آیات اور کلمہ شریف لکھا ہے درمیان میں سنہری دھاگے سے قرآن کی آیات لکھی ہیں اس خانہ کعبہ کے گردا گرد طواف کی جگہ بنی ہوئی ہے جس کو مطاف کہتے ہیں۔ حجرِ اسود جنّت کا پتھر ہے جو خانہ کعبہ کے ایک کونہ میں چاندی کے فریم میں جڑا ہوا ہے اور اسی سے طواف شروع ہوتا ہے اور یہاں آ کر ہی ہر چکّر ختم ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں مردوں اور عورتوں کا رش ہوتا ہے اس لئے پولیس کا پہرہ رہتا ہے۔ مطاف میں لوگ دیوانوں کی طرح پھرتے ہیں اور ہر ملک کا باشندہ موجود ہے ہر کوئی اپنی اپنی زبان میں اللہ کے حضور اپنی گزارشات پیش کر رہا ہے۔ ہر کوئی ایک دوسرے کو نہیں بلکہ اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے اور دعائیں کرتا ہوا گھومتا چلا جا رہا ہے۔ ایک عجیب آہ و بکا ہے مگر سب کا دھیان اللہ کی طرف ہے۔ حجرِ اسود کے قریب ہی مڑ کر دوسری دیوار کو ملتزم کہتے ہیں جہاں خانہ کعبہ کا دروازہ ہے وہاں ہر دعا قبول ہوتی ہے اس دروازہ کے سامنے مقام ابراہیم ہے جہاں نفل پڑھنے ہوتے ہیں یہاں سے بالکل ہی قریب چاہِ زمزم ہے وہاں کافی پانی کی ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں اور پانی پی کر دعا قبول ہوتی ہے۔ حجرِ اسود کے پچھلے کونہ کو رکن یمانی کہتے ہیں اور باب ملتزم کے آگے گذر کر حطیم آتی ہے یہاں کعبہ شریف کا پرنالہ گرتا ہے اس کو میزاب رحمت کہتے ہیں یہ ساری چیزیں ساتھ ساتھ ہیں صفا مروہ پہلے دو پہاڑیاں تھیں مگر اب حکومت نے ان کو ہموار کر کے حرم شریف کے ساتھ ملا دیا ہے اور ایک سڑک کی صورت دے دی ہے دونوں کونوں پر بلندی آتی ہے اور درمیان میں سبز ستون بنا دیئے ہیں جہاں تیز چلنا پڑتا ہے۔ ہم نے عمرہ کیا اور اس وقت تہجد کی اذان ہو گئی تہجد پڑھی تو پھر فجر کا وقت ہو گیا۔ فجر کے بعد ذکر اذکار کئے تو اشراق کا وقت ہو گیا۔ غرض اس طرح ہمارا پہلا کام ختم ہوا۔

حرم شریف کی موجودہ عمارت سعودی حکومت بنا رہی ہے جو نہایت وسیع ہو چکی ہے اور لکھوکھا حاجی اس میں سما سکتے ہیں۔ پتھر کی عمدہ تعمیر ہو رہی ہے اور قریب قریب ختم ہو رہی ہے۔ پہلی عمارت کے بھی کچھ حصے موجود ہیں جو ترکوں کے وقت کے ہیں۔ جب ساری عمارت بن جائے گی تو شاید یہ پرانی عمارت گرا دیں گے۔ پہلے خانہ کعبہ کے چاروں طرف چاروں مذہبوں کے مصلّے تھے اب صرف ایک مصلّٰی ہے

جو شافی مصلّٰی کہلاتا ہے وہاں ہی امام کھڑا ہوتا ہے اور سارے مذہبوں کے پیروکار امام کی اقتداء کرتے ہیں۔ نماز کے لئے اور اذان کے لئے نہایت اعلیٰ لاؤڈ سپیکر ہے ہر کمرہ میں لاوڈ سپیکر لگے ہوئے ہیں اور امام کی آواز آتی ہے مکبّر حجراسود کے سامنے چھت پر ہوتا ہے۔ اذان حرم شریف کے چاروں میناروں پر علیحدہ ہوتی ہے اور ریڈیو مکّہ سے بھی براڈکاسٹ ہوتی ہے۔ ریڈیو کا ٹرانسمیٹر پاس ہی ہے۔ کعبہ شریف کی عمارت مکّہ کے شہر کے نشیب میں ہے اور تہ خانے بھی بنا دیئے گئے ہیں تین منزلیں بن چکی ہیں۔ یہاں آکر نہ کوئی بریلوی دیوبندی کا جھگڑا سنا جاتا ہے نہ ہی اور کوئی بدعت دیکھی ہے ہر کوئی اسلام کے احکام پر چل رہا ہے۔

حرم شریف کے صحن میں اور مطاف میں سفید رنگ کا پتھر جو لگایا گیا ہے وہ دھوپ میں گرم نہیں ہوتا۔ پھر مختلف قطعات میں پتھر لگے ہیں اور بعض قطعات میں روڑے ڈالے گئے ہیں جن پر دریاں یا مصلّے بچھا کر لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ ان روڑوں میں لوگ کبوتروں کو دانہ ڈالتے ہیں۔

ہمارے ملک میں مغرب کی طرف قبلہ کا رخ ہوتا ہے اور ہر کوئی سورج غروب ہونے کی سمت معلوم کرکے نماز پڑھتا ہے مگر جس کعبہ شریف کی طرف منہ کرنے کا تصوّر ہم وہاں کرتے ہیں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے یہاں موجود ہے یہاں کوئی مغرب مشرق شمال جنوب کی قید نہیں ہے اگر کوئی مشرق کی طرف کھڑا ہے تو اس کا منہ مغرب کی سمت ہے اور کعبہ شریف سامنے ہے کوئی مغرب میں کھڑا ہے تو اسکا نماز میں رخ مشرق کی طرف ہے کعبہ شریف سامنے ہے کوئی جنوب میں ہے تو منہ شمال کو ہے اور اسی طرح کونوں میں کھڑا ہے تو منہ کعبہ کی طرف ہے۔ اس کعبہ ہی کی چاروں طرف گردا گرد لوگ جمع ہوکر نماز پڑھتے ہیں عورتیں الگ ہوتی ہیں۔ چونکہ لوگ محض حج اور عبادت وزیارت کی غرض سے آتے ہیں اس لئے اکثر لوگ تہجد کی نماز پڑھنے جاتے ہیں تو فجر اور اشراق کی نماز اور طواف سے فارغ ہوکر ہی آتے ہیں اور پھر ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر ظہر پڑھنے جاتے ہیں تو دوپہر کو آرام کرنے کے بعد عصر پڑھنے جاتے ہیں اور عشا کی نماز تک حرم شریف ہی میں رہتے ہیں۔

یہاں فجر کی نماز دس بجے ظہر کی نماز چھ بجے عصر نو بجے مغرب بارہ بجے اور عشاء دو بجے ہوتی ہے۔ دن گھٹتے بڑھتے رہیں مگر مغرب کی نماز بارہ ہی بجے ہوتی ہے۔ جب مغرب کی اذان ہوتی ہے تو لوگ اپنی گھڑیوں کا وقت بارہ پر کر لیتے ہیں اور اسی وقت چابی دیتے ہیں۔ چونکہ لاکھوں مسلمان یہاں پر آئے ہوئے ہیں اس لئے عموماً ہر نماز کے بعد جنازے ہوتے ہیں۔ یہاں کی ٹریفک دائیں ہاتھ کو چلتی ہے ہمارے ملک میں بائیں ہاتھ کو ہے۔ گاڑیوں کے ہارن اس قدر تیز بجتے ہیں کہ کانوں کے پردے پھٹنے کا ڈر ہوتا ہے۔ حرم شریف کے باہر گاڑیاں ہارن بجاتی ہیں تو اتنا شور ہوتا ہے گویا ہمارے ملک کی برات میں بینڈ باجہ بج رہا ہو۔ بازار غیر ملکی مصنوعات سے بھرے پڑے ہیں اور اکثر دکاندار غیر ملکی ہیں مگر لباس وضع قطع سے پتہ نہیں چلتا۔ جب وہ زبان بولتے تو معلوم ہوتا ہے۔ ویسے یہ لوگ عربی بھی خوب بولتے ہیں۔ یہاں پر شوافع اور حنابلہ کی کثرت ہے۔

ہمارے ہاں تو فرض نماز کے بعد امام دعا کرتا ہے اور بریلوی حضرات سنتوں کے بعد بھی مجموعی دعا کرتے ہیں اور اہل حدیث حضرات اس کی مخالفت کرتے ہیں یہاں پر فرضوں کے بعد بھی دعا نہیں مانگتے۔ مکبّر کی آواز دور دور پہنچتی ہے وہ بھی لاؤڈ سپیکر میں ہی بولتا ہے۔ یہاں کے لوگوں کے بارے میں ہم کو حکم ہے کہ ان کی برائی نہ کرو مگر یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ داڑھی کی سنت سے ان میں سے ۹۹ فیصد کے چہرے خالی ہیں انگریزی بال ہیں اور معلّم حضرات کا تو حد سے ہی کام بڑھ چکا ہے وہ تو بالکل ہی دنیادار ہیں۔ معلّموں نے چھوٹے چھوٹے لڑکے اور نوجوان ملازم رکھے ہیں جو حاجیوں کو حرم شریف میں طواف کراتے ہیں عموماً کافی کافی لوگوں کی ٹولیاں بنا لیتے ہیں اور یہ لڑکے عورتوں کے ہاتھ پکڑ کر مطاف کے گرد پھرتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ یہ نوجوان عرب داڑھی مونچھ صفا نوجوان عورتوں کے ہاتھ بغل میں دبائے دعائیں پڑھتے جاتے ہیں اور پیچھے پیچھے حاجی مرد اور عورتیں وہی الفاظ دہراتے جاتے ہیں۔ حرم شریف کا ادب ہمارے ملک کے لوگ بے حد کرتے ہیں جو کہ حرم شریف جوتوں سمیت ہی اندر چلتے پھرتے ہیں ناک صاف کر دیتے ہیں تھوک پھینک دیتے ہیں جو کہ حرم شریف کی بے ادبی ہے۔ حرم شریف کی دن میں دو مرتبہ صفائی برشوں سے ہوتی ہے۔ طواف کرتے وقت اور حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت حاجی لوگ اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے میں پوری توجہ سے گڑگڑا رہے ہوتے ہیں اور جیب تراش بے شرم لوگ اپنے کام میں مصروف ہوتے ہیں اکثر لوگوں کی جیبیں کٹ جاتی ہیں گھڑیاں اور قلم گم ہو جاتے حجر اسود دیوار کے اندر مضبوط جڑا ہوا ہے اور اس پر پولیس کا پہرہ ہوتا ہے کنٹرول کرنا پولیس کا کام ہے مگر نہیں کر سکتی۔ مکّہ شہر میں ساری دنیا کے مسلمان ہر سال آتے ہیں مگر شہر کی صفائی انتہائی ناگفتہ بہ ہے گلیاں بے حد غلیظ ہیں نالیاں سرے سے ہیں ہی نہیں دنبوں بکریوں کے گوشت کی انتریاں اوجھڑیاں پائے وغیرہ گلیوں میں پڑے ہوتے ہیں اور تعفن پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ پائے نہیں کھاتے بلکہ پھینک دیتے ہیں۔ مکّہ شہر پہاڑی علاقہ میں ہے مگر اللہ کی شان کہ ہر قسم کا پھل یہاں با افراط ہے جو باہر سے آتا ہے۔ سبزیاں بھی تازہ مل جاتی ہیں۔ حکومت سعودی عرب نے حرم شریف کے چاروں طرف ٹٹیوں کا نہایت اعلیٰ انتظام کیا ہوا ہے۔ اور وہاں پر ہی وضو کے لئے بھی ٹونٹیاں ہیں۔ ہم نے جہاز میں حج قران کا احرام باندھا تھا اس لئے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہ کھولا اور جب حج کے دن آگئے تو ہم چند روز قبل مختلف مقامات دیکھنے چلے گئے مکّہ شہر کے اندر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکان بھی ہے جہاں آپؐ کی ولادت ہوئی تھی حکومت نے وہاں پر ایک لائبریری مکتبہ مکّہ مکرّمہ کے نام سے بنا رکھی ہے اس محلّے کا نام بھی محلہ مولدالنبیؐ ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ کا مقام پیدائش بھی ایک بازار کے اندر ہے وہاں بھی تحفظ القرآن کے نام سے مدرسہ کھولا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس مکان سے معراج پر تشریف لے گئے تھے وہ حرم شریف کی حدود میں آگیا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا پرانا قبرستان جنت المعلےٰ کے نام سے شہر مکّہ میں ہے وہاں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ حضرت عبدالمناف حضرت عبدالمطلب حضرت ابوطالب اور حضرت قاسم کی قبریں ہیں۔ قبروں پر کوئی ڈھیری نہیں ہے نہ ہی کوئی کتبہ ہے بلکہ دو دو چار چار پتھر زمین پر رکھے ہوئے ہیں نشانات تک مٹ چکے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب اور حضرت خدیجہؓ کی قبروں پر پتھروں کے ڈھیر ہیں اور مقامی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

تاریخ و سیر

خلیفۂ وقت ملزموں کے کٹہرے میں

حاجی بہاولپوری

پرنالہ خوب زور شور سے بہہ رہا تھا۔ چھینٹیں اڑ اڑ کر مسلمانوں کے کپڑوں کو خراب کر رہی تھیں۔ کچھ مسلمان قیام میں تھے، کچھ رکوع میں کچھ سجود میں اور کچھ قعدہ دائرہ میں۔ وہ بالکل اطمینان و سکون اور دل جمعی کے ساتھ بارگاہ دو عالم کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہیں ملبہ کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ البتہ جو نماز پڑھ چکے تھے۔ وہ اپنے آپ کو گندے پانی کی چھینٹوں سے بچانے کے لئے کوشش کر رہے تھے "یاایہا المسلمون" کیا بات ہے۔ کیوں حیران پریشان ہو؟ دفعتاً ایک آواز آئی۔ مسلمانوں نے مڑ کر دیکھا خلیفۃ المسلمین امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے تھے۔ ان کے ایک ہاتھ میں کوڑا تھا۔ دائیں طرف حضرت عثمان غنیؓ اور بائیں طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ "یا امیرالمومنین پرنالے کے بہنے کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ کپڑے چھینٹوں سے داغدار ہو رہے ہیں۔" مسلمانوں میں سے ایک نے جواب دیا۔ "کیا مالک مکان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف نہیں لائے؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "ہاں! حضور آج وہ نماز پڑھنے تشریف نہیں لائے" اسی مسلمان نے جواب دیا "اچھا کیونکہ پرنالہ بہنے کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو اکھاڑ ڈالو۔" حکم کی دیر تھی تین چار مسلمانوں نے زور لگا کر پرنالہ اکھاڑ ڈالا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہیں باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو یہ خبر دیکھ کر سخت برافروختہ ہوئے اور فوراً قاضی شہر کے ہاں خلیفہ وقت کے نام پر دعویٰ دائر کر دیا۔ اس پر حضرت ابی بن کعبؓ نے دنیا کے سب سے بڑے حکمران، خلیفہ، سردار، حاکم جس کے کوڑے سے سرکش سے سرکش دشمنی بیڑے، ڈاکو، چور، بید کی طرح کانپا کرتے تھے جس کے دبدبہ و طنطنہ، شجاعت و مردانگی، مدبرانہ انتظام خلافت اور سیاست سے قیصر و کسریٰ لرزا کرتے تھے۔ جس کے عدل و انصاف، مساوات کے دشمن بھی مداح سرا تھے، کے نام فرمان جاری کر دیا۔ کہ

آپ کے خلاف عباس بن عبدالمطلب نے مقدمہ دائر کیا ہے۔ اور انصاف چاہا ہے۔ اس لئے آپ مقدمہ کی پیروی کریں اور اپنی صفائی پیش کریں۔

کوئی دوسرا صدر یا گورنر، بادشاہ یا حاکم ہوتا تو اسے اپنی بے عزتی اور توہین کا مرتکب خیال کرتا اور اسی وقت قاضی صاحب کو پکڑ کر سر بازار گولی سے اڑا دیا جاتا یا دار پہ لٹکا دیا جاتا کہ قید خانے میں تاحیات بند کر دیا جاتا، قاضی صاحب بڑے اپنی قسمت کو کوسا کرتے یا پھر کسی دریا میں باندھ کر ڈبو دیئے جاتے مگر عرب و عجم کا شہنشاہ مسلمانوں کا خلیفہ نہایت سادگی کے ساتھ تاریخ مقررہ پر حضرت ابی بن کعبؓ کی عدالت میں حاضر ہوا۔ اندر آنے کی دعوت کافی دیر میں ملی کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ بہت زیادہ مصروف تھے اور جب تک حضرت ابی بن کعبؓ ایک مقدمہ سے فارغ نہ ہوئے اس وقت تک حضرت فاروق اعظمؓ باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔

مقدمہ پیش ہوا۔ خلیفہ وقت اور مدعی حضرت عباس بن عبدالمطلب اکٹھے کٹہرے میں کھڑے تھے خلیفہ وقت نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر فاضل جج نے فوراً روک دیا۔ "ابھی آپ خاموش رہیں کیونکہ مدعی کا پہلا حق ہے کہ وہ اپنا دعویٰ پیش کرے۔" امیرالمومنین خاموش ہو گئے اور مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان دیا جناب! میرے مکان کا پرنالہ اوائل ہی میں مسجد نبوی کی طرف تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اسی جگہ رہا۔ مگر اب امیرالمومنین نے اسے اکھاڑ کر پھنکوا دیا جس سے میرا نقصان ہوا اور مجھے از حد اذیت و تکلیف پہنچی ہے۔ میری عرض ہے کہ مجھ سے انصاف کیا جائے۔

حضرت ابی بن کعبؓ: ۔ بے شک آپ کا انصاف کیا جائے گا۔ فرمایئے یا امیرالمومنین! آپ اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ: ۔ بے شک پرنالہ میں نے اکھڑوایا ہے اور اس کا ذمہ دار میں ہوں۔

حضرت ابی بن کعب: ۔ آپ کو بغیر کسی اجازت کے کسی دوسرے کے مکان میں بے جا مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ وجہ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت عمرؓ: ۔ محترم! پرنالہ بہنے کی وجہ سے مسلمانوں کے کپڑے خراب ہوتے تھے گندے پانی کی چھینٹیں ان کے کپڑوں کو داغدار کر دیتی تھیں اس لئے مسلمانوں کے آرام و سہولت کے پیش نظر میں نے پرنالہ اکھڑوا دیا۔ اس معاملہ میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں، میں نے کوئی ناواجب بات نہیں کی۔

حضرت ابی بن کعبؓ: ۔ بولئے، ابوالفضل کیا آپ اس کے جواب میں کچھ چاہتے ہیں؟

حضرت عباسؓ: ۔ جناب واقعہ یہ ہے کہ جس وقت میں نے مکان بنوایا تھا تو خود حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھڑی مبارک سے نشانات قائم کئے تھے اور ان ہی نشانات پر میں نے مکان بنوایا۔ جب مکان مکمل ہو گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ تم میرے کندھوں پر چڑھ کر اس جگہ پرنالے کو نصب کرو جہاں سے حضرت امیرالمومنین نے پرنالہ اکھڑوایا میں نے ادباً انکار کیا مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اصرار فرماتے رہے اور آخرکار ان کے کی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے مبارک کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ لگایا گیا۔

حضرت ابی بن کعبؓ: ۔ ابوالفضل! کیا آپ اس بیان کی تصدیق کے لئے کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت عباسؓ: ۔ ایک دو نہیں متعدد گواہ جناب کی خدمت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ: ۔ اچھا لائیے تاکہ مقدمے کا فیصلہ ابھی کر دیا جائے۔

حضرت عباسؓ تشریف لے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں دو تین انصاری اصحاب کو ساتھ لیکر آ گئے جنہوں نے شہادت دی کہ ہمارے سامنے حضرت عباسؓ نے آنحضورؐ کے مبارک کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ نصب کیا تھا۔

گواہی ختم ہو گئی دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ جو اب اپنی آنکھیں نیچی کئے کھڑا تھا۔ آگے بڑھا اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگا: اے ابوالفضل! رب کعبہ کی قسم مجھ سے زبردست غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ میرا قصور معاف فرما دیجئے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ پرنالہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں لگوایا تھا تو میری کیا مجال تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لگوائے ہوئے پرنالے کو اکھاڑ تا۔

جو کچھ ہوا لاعلمی میں ہوا آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر دوبارہ نصب فرمائیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ :۔ ہاں امیر المومنین انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ اور آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد دنیا نے دیکھا تاریخ نے نوشت کیا اور عرب و عجم کے عوام نے دیکھ لیا اور انگشت بدنداں رہ گئے کہ قیصر و کسریٰ جیسے بادشاہوں کو شکست دینے والا جرنیل جس کے دبدبہ و شجاعت، طنطنہ سے ہرقل اعظم اور یزدجرد جیسے شہنشاہ کانپا کرتے تھے۔ نہایت مسکینی کے ساتھ دیوار کے نیچے کھڑا ہے۔ اور حضرت عباسؓ ان کے کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ نصب کر رہے ہیں۔ جب پرنالہ نصب ہو گیا تو حضرت عباسؓ نیچے کود پڑے اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے لپٹ گئے اور کہنے لگے "واقعی امیر المومنین آپ نے انصاف فرمایا ہے۔ جو کچھ ہوا حق کے ساتھ ہوا میں اس بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں اور ساتھ ہی نہایت خوشی سے اس مکان کو مسجد نبوی کے لئے خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں آپ اسے گرا کر مسجد نبویؐ میں شامل فرمالیں تاکہ نمازیوں کو جو تکلیف ہوتی رہی ہے، یا ہوتی ہے۔ اس کا ازالہ ہو سکے۔

دنیا بھر کی تاریخوں کو چھان مارو، لیکن تمہیں کوئی ایسا صادق محیر العقول، اطاعت و محبت، انصاف و عدل، مساوات کا کوئی کارنامہ لکھا ہوا نہ ملے گا۔

مسلمانو! خدا کے لئے اپنی تاریخوں کی ورق گردانی کرو، اپنے اسلاف کے اخلاق و حسن کردار، شجاعت و مردانگی کا مطالعہ کرو کہ جس وقت تک مسلمانوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کی، قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں ان کے سامنے سرنگوں رہیں، ہر جگہ فتح و کامیابی و کامرانی نے ان کے قدم چومے انہوں نے مصر، ایران، عراق، شام فلسطین، چین، سپین، فرانس، انڈونیشیا، لنکا جاپان، ہندوستان ایسے باعظمت اور باجبروت ملکوں کو فتح کیا۔ یورپ کے بڑے بڑے شہنشاہ ڈیوک ان کی غلامی اور ان کے ساتھ صلح کرنے کو اپنے لئے باعث فخر اور مسرت سمجھتے رہے مگر جس وقت ہم مسلمانوں نے خدا کو بھلا دیا اور غیر قوموں کی تقلید شروع کر دی۔ فیشن کو اپنا لیا۔ بے پردگی، عریانی، فحاشی، بے حیائی، شراب اور ڈانس کو اپنی تہذیب سمجھ لیا۔ اس وقت خدا نے بھی ہمیں بھلا دیا۔ وہی مسلمان جو صرف خدا کے حضور میں جھکا کرتا تھا اور رسوائے خدا کے کسی کے سامنے سر نہ جھکاتا تھا آج دوسروں کا محتاج ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک و بد کی تمیز کے لئے عقل و شعور عطا فرمائیے۔

بقیہ :۔ مکتوب حجاز

لوگ ان کی نشان وہی کرا دیتے ہیں۔ حضور انور پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تھی وہ مقام غارِ حرا ہے جو پہاڑ پر واقع ہے کافی چڑھائی ہے غار اتنا تنگ ہے کہ صرف دو آدمی بمشکل اندر جا سکتے ہیں خوش نصیب ہیں مکّہ کے یہ پہاڑ جن پر قرآن کی آئتیں نازل ہوتی رہیں۔ غارِ ثور بھی ہم نے دیکھا جو غارِ حرا سے بہت زیادہ اونچا ہے اس میں تو داخل ہونا بھی بڑا مشکل ہے۔ سبحان اللہ اس غار کو حضور اکرم اور حضرت صدیق اکبر کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہ گار کو بھی ان مقامات پر پہنچا دیا۔ محلہ مسفلہ جہاں ہم لوگوں نے مکان لے رکھا ہے یہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا وہاں ترکوں نے مسجد بنا دی ہے جو مسجد ابوبکر صدیق کے نام سے مشہور ہے۔ مکّہ سے باہر نکل کر منیٰ آتا ہے وہاں پر برلب سڑک تین ستون ہیں جن کو جمرات یا شیطان کہا جاتا ہے ان کو حاجی لوگ کنکر مارتے ہیں۔ مسجد خیف بھی یہاں ہی ہے آگے مزدلفہ ہے جہاں شعر الحرام ہے اور اس سے آگے عرفات کا میدان ہے۔

وہاں جبل رحمت ہے جہاں پر حضرت آدم علیہ اسلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ مسجد نمرہ بھی ہم نے دیکھی مسجد جن اور مسجد بلال مکّہ میں ہیں مگر حج کے ایام میں بند کر دی جاتی ہیں۔ حرم شریف کے اندر کعبۃ اللہ کے سامنے بیٹھ کر جب میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں تو بڑا لطف آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کے کالے پردے پر رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے اور قرآن میں جو آیات لکھی ہوئی ہیں یہ ابھی نازل ہو رہی ہیں۔

باقی آئندہ

حیاسوز تصاویر نہ ہوں

جو لوگ فلم دیکھتے ہیں وہ تو قصداً دیکھتے ہیں لیکن کچھ لوگ فلم کو اپنے لئے، اپنے عزیز و اقارب کے لئے اور مسلمان ہوتے ہوئے تمام مسلمانوں کے لئے اس لئے پسند نہیں کرتے کہ دورِ حاضر کی تقریباً تمام فلمیں پاکیزگی اور حیاداری کے اعتبار سے معیاری نہیں ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ فلمی اور دوسرے کاروباری اشتہارات میں جو سینما ہالوں کے باہر، بازاروں میں، اخباروں اور کیلنڈروں وغیرہ میں منظرِ عام پر آتے ہیں حیا سوز تصویریں نہ ہوں۔ اس کے علاوہ مقامی کتابوں، رسالوں وغیرہ کے کم از کم بیرونی صفحات پر بھی جو کہ عام طور پر بک اسٹالوں پر سجا کرتے ہیں ایسی تصویریں نہ ہوں۔ ان سے اخلاق پر اور خاص طور پر نوخیز اخلاق پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

اس بات کی ضرورت ہے کہ عوام اور حکومت کو اس بات کا احساس کرایا جائے اور حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اس قسم کی مخرب الاخلاق اشتہارا بازی وغیرہ پر مناسب پابندیاں عاید کرے۔ اس تحریک کی حمایت میں جمعۃ المبارک کی نماز کے موقع پر ریزولیوشن پاس کئے جائیں اور اس مطالبہ کو خاطر خواہ طریق پر حکومت تک پہنچایا جائے۔

حالات تقاضا کرتے ہیں کہ عصرِ حاضر کے دانشور اور اربابِ حل و عقد اس روز افزوں اخلاقی پستی اور کم حیائی کی اسی قسم کی وجوہات پر غور و فکر کریں اور اس کے انسداد کے لئے عملی جد و جہد کریں۔

حضرت جی نمبر

ادارہ خدام الدین کے فیصلہ کے مطابق "حضرت جی نمبر" انشاء اللہ جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر اس کی اشاعت دو ہفتہ کے لئے مؤخر کر دی گئی ہے۔ اب یہ نمبر بجائے ۲۱ مئی ۱۹۶۵ء کے ۴۔ جون ۱۹۶۵ء کو منصہ شہود پر آئے گا۔ مضمون اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر دھڑا دھڑ موصول ہو رہی ہیں اور اس خیال سے نمبر کی ضخامت کو بڑھا دینے کا فیصلہ ہوا ہے۔ ایجنٹ حضرات جلد از جلد اس خصوصی اشاعت کے لئے اپنے آرڈر بک کروا لیں۔

ضخامت ——— ۶۰ صفحات موجودہ سائز ——— $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۴}$

ہدیہ :۔ ——— ۱۲ر آنے (۷۵ پیسے)

(ادارہ)

بچوں کا صفحہ

دو شیر دل بچے

محمد سلیم ضیا

بدر کی لڑائی مسلمانوں کی پہلی جنگ جو کافروں کے خلاف لڑی گئی۔ اس میں مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے۔ اور کفار کے بڑے بڑے بہادر ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے۔ ظاہر میں مسلمان کمزور تھے اور تھوڑے بھی۔ مہینہ بھی رمضان شریف کا تھا اور اس لئے سارے مسلمان روزہ دار تھے۔ مگر انہیں کافروں کی قوت وطاقت اور ان کی کثرت کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ سمجھتے تھے کہ یہ زیادہ اور ہم تھوڑے ہیں تو کیا ہوا۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہم حق اور سچ کے لئے آئے ہیں۔ یہ جھوٹ اور کفر کے لئے آئے ہیں۔ حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے، اور جھوٹ ہمیشہ مغلوب۔ اس لئے لازمی چیز ہے کہ غلبہ ہمارا ہی ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اسی جنگ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں میدان جنگ میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے جو اِدھر اُدھر دیکھا۔ تو دائیں بائیں انصار کے دو ننھے کم عمر لڑکوں کو کھڑا پایا۔ میں کچھ اد[illegible] سا ہوا کہ اس وقت جب طاقتور د[illegible]ن سے مقابلہ ہے۔ اگر میرے ساتھ بھی جو طاقتور بہادر ہوتے تو بہتر تھا۔ [illegible]ے بے چارے کیا کریں گے۔

[illegible]یں سوچ ہی رہا تھا کہ ان دونوں [illegible]سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ [illegible]ں! آپ ابوجہل کو جانتے ہیں؟ میں [illegible] کہ ہاں خوب پہچانتا ہوں۔ تم اسے [illegible] پوچھتے ہو۔ بچے نے کہا کہ سنا ہے [illegible]رے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ [illegible] شان میں بڑی بے ادبیاں اور [illegible]ں کرتا ہے۔ میرا ضمیر مجھے لعنت و ملامت کر رہا ہے۔ چچا جان! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ ناپاک آدمی مجھے نظر آجائے تو یا تو وہ مجھے مار ڈالے ورنہ جب تک میں اُسے قتل نہ کر ڈالوں مجھے چین نہیں آئے گا۔ فرماتے ہیں ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ مجھے میدان جنگ میں بدنصیب ابوجہل دوڑتا ہوا نظر آگیا۔ میں نے ان دونوں بچوں سے کہا کہ دیکھو وہ ہے ابوجہل۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں معصوم بچے ننھی ننھی تلواریں سونت کر اس تیزی سے بجلی کی طرح ابوجہل کی طرف دوڑے کہ یا تو وہ میرے پاس تھے۔ یا جا کر اس مردود پر تلواریں چلانا شروع کر دیں۔ اور مارتے مارتے اس مغرور کو گھوڑے سے زمین پر گرا دیا۔ بالآخر وہ کمبخت مر گیا۔ یہ دونوں بچے پیدل تھے وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس لئے ایک نے تو گھوڑے کو زخمی کیا۔ اور دوسرے نے ابوجہل کی ٹانگوں پر تلوار ماری جس سے گھوڑا بھی گر گیا۔ اور وہ خود بھی جہنم واصل ہو گیا۔ یہ سب منظر ابوجہل کا لڑکا عکرمہ دیکھ رہا تھا اس نے پیچھے سے ان دونوں شیر دل بچوں میں سے ایک کے تلوار ماری۔ تلوار لگتے ہی ہاتھ کٹ گیا۔ مگر کھال میں لٹکا رہا۔ مگر اس بچے نے اس کی پرواہ نہ کی۔ کٹے ہوئے ہاتھ کو تو کمر کے پیچھے ڈال لیا۔ اور ابوجہل کا کام تمام کر کے تمام دن ایک ہی ہاتھ سے لڑتے رہے۔ جب وہ لٹکا ہوا زخمی ہاتھ تکلیف دینے لگا اور لڑنے میں اس بچے کو دقت محسوس ہوئی۔ تو ہاتھ کو پاؤں میں دبا کر زور سے کھینچا۔ جس سے وہ لٹکی ہوئی کھال بھی ٹوٹ گئی۔ اور پھر وہ بے فکر ہو کر خوب تلوار چلاتا اور اسلام کے دشمنوں کو قتل کرتا رہا۔

ان میں سے ایک بہادر شیر دل بچے کا نام معاذ بن عمروؓ ہے۔ ان کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی۔ دوسرے کا نام معوذ بن عفراؓ ہے۔ یہ نو سال کے تھے۔

اللہ اللہ۔ پہلے زمانے کے بچوں میں اس قدر جوشِ ایمان تھا۔ اور آج کے نوجوان بھی بزدل اور ڈرپوک ہو گئے ہیں۔ وہ بچے رسول اکرم صلعم کے دشمن کو خواہ وہ کتنا ہی بہادر اور قوی و توانا ہو۔ دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے لیکن آج ہم دشمنانِ رسول کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔

اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں اور مخالفوں کی پرورش کر رہے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی شریعت کی مخالفت پر دھمکا نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائے۔

بچو! خدا تمہیں بھی ان بچوں جیسا سپاہی بنائے۔ یہ یاد رکھو کہ مسلمان کا غلبہ طاقت اور قوت سے نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلمان ہمیشہ ایمان کی قوت سے فتح پاتا ہے۔ اگر جسمانی قوت سے فتح حاصل ہوتی تو ابوجہل مردود تو ان بچوں سے بہت زیادہ طاقتور اور بہادر تھا۔ اور یہ بچے بڑے کمزور اور ضعیف تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی برکت سے ان کو ہی فتح عطا فرمائی۔ اور طاقتور کافر مغلوب ہوا۔ تم بھی ایماندار اور سچے مسلمان بنو! اللہ تعالیٰ تمہیں بھی فتح اور کامیابی عطا فرمائے گا۔ اپنے دل میں خدا کا خوف رکھو اور کسی سے نہ ڈرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیک بنائے اور رسول اللہ کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین

درس قرآن

جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں [illegible] مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صا[illegible] فصیح اللسان حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نائب [illegible] اشرفیہ لاہور جمعہ کی نماز کے بعد درس قرآن پاک دیتے [illegible] کئی ہفتوں سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ شائقین درسِ قرآ[illegible] سے درخواست ہے کہ وہ جمعہ کی نماز کے بعد شریک درس [illegible] عنداللہ ماجور ہوں۔

(محمد منیر لاہو[illegible])

دارالعلوم حقانیہ کا عظیم الشان دستار بندی جلسہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا عظیم الشان تبلیغی جلسہ انشاءاللہ العزیز عنقریب اپنے روایتی آب و تاب سے منعقد ہوگا جس میں دارالعلوم کے ڈیڑھ سو سے زائد طلبہ کی دستار بندی بھی ہوگی۔ جو گذشتہ تین سال سے فارغ ہوئے۔ اس عظیم اجلاس میں ملک کے ممتاز علماء و اکابر کے علاوہ حضرت حکیم اسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی شمولیت فرمادیں گے۔

محمد فر ناظم نشر و اشاعت دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عربی کلاس جامعہ اشرفیہ لاہور

جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں فصیح البیان حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ ہر روز نماز مغرب کے بعد انگریزی دان حضرات کو عربی کی تعلیم دیتے ہیں۔ عربی پڑھنے والے حضرات جلد از جلد داخلہ لیں داخلہ مفت ہوگا۔

(ناظم نشر و اشاعت)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۸۱۰۲۷۳۰ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کوئٹہ بذریعہ چٹھی نمبر ۹/۳۲۹/۶۶-۲۰۰۰ DDA مورخہ ۲۲/۸/۶۲

مرسلہ: فرخ حجازی بی اے
۲/۱۰ فاروق گنج لاہور

گناہ کی بیماری اور اُس کا نسخہ

روایت ہے کہ شبلی شیخ کامل — بزرگ پاک باطن صاحب دل
سوئے دار الشفا گذرے تو دیکھا — تو بیٹھے ہیں معالج اور اطبا
دوائیں سینکڑوں آگے دھری ہیں — گیاہ خشک سے پڑیاں بھری ہیں
مریضوں سے مکان سارا ہے معمور — کوئی نزدیک ہے ان کے کوئی دور
کوئی نالاں ہے کوئی چپ پڑا ہے — کوئی بیٹھا ہے اور کوئی کھڑا ہے
اطبا سب ہیں صرف چارہ سازی — زباں پرسش کے صرف چارہ سازی
کہا شبلی نے بھی اک چارہ گر سے — بہا کر اشک اپنی چشم تر سے
کہ مجھ کو بھی گناہوں کا مرض ہے — شفا حاصل ہو اس سے یہ غرض ہے
اگر اس کی دوا بھی ہو ترے پاس — نہ توڑ اس وقت مجھ رنجور کی آس
کہ میں اس درد سے ہوں سخت بیتاب — رہا کرتا ہوں اکثر بے خور و خواب
کہا اس نے نہیں اس کی دوا کچھ — نہیں تدبیر جز فضل خدا کچھ
یہاں ہو گا نہ اس غم سے افاقہ — طبابت کو نہیں اس سے علاقہ
کوئی دیوانہ تنکے چن رہا تھا — یہ باتیں جو ہوئیں سب سن رہا تھا
اٹھا کر سر کہا "شبلی ادھر آ — بتا دوں میں دوا اس کی ادھر آ

نسخۂ ھو الشافی

حیا کے پھول صبر و شکر کے پھل — نیاز و عجز کی جڑ غم کی کونپل
نہال صدق کی ڈالی کے اوراق — ادب کی چھال، تخم حسن اخلاق
ریاضت کی اگر ہاون ہو ممکن — تو اس میں کوٹ ان کو رات اور دن
عرق اشک پشیمانی کا لے کر — کیا کر روز تو اس میں انہیں تر
کئی چلے یہی معمول کر لے — پھر ان کو دیگچی میں دل کی بھر لے
انہیں نار محبت پر پکانا — رہے خامی تو جان اپنی جلانا
مناسب چھاننے کا پھر ہے سامان — صفائے قلب کی صافی میں لے چھان
جو چھن کر صاف ہو جائے یہ پانی — ملانا شکر شیریں زبانی!!
کہ یہ معجون کھاتی ہے بڑی آنچ — عبادت کی اسے دینا کڑی آنچ
غرض جب ہو چکے معجون تیار — رہے نقصان باقی کچھ نہ زنہار
تو رکھنا حفظ کی ڈبیا میں بھر کے — ہوائے اتقا سے سرد کر کے
جہاں تک تجھ سے کھائی جائے کھانا — وگرنہ دوسروں کے کام لانا
مضر ہونے کا اندیشہ نہیں کچھ — ضرر اس نے نہیں بخشا کہیں کچھ
مواد فاسد عصیاں کے حق میں — نہیں مثل اس کا ہستی کے ورق میں
ہوا ہو جائے گا درد معاصی — جو چاہے امتحاں کر دیکھے عاصی
یہ نسخہ ہے نہایت آزمودہ — اطبائے معارف کا ستودہ
کہا شبلیؒ نے حضرت بارک اللہ! — یہ نسخہ ہے کرامت بارک اللہ
یہ کہہ کر ہو گیا غائب وہ مجنوں — پھر آئے شیخ شبلیؒ تھا جگر خوں
خداوندا وہ توفیق اب عطا کر — کہ اس نسخہ کو یہ عاصی بنا کر
گناہوں کے مرض سے پاتے صحت — مرض جاتے۔ الٰہی! آئے صحت

فیروز سنز بلڈنگ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا